امام حسین علیہ السلام اور واقعہ کربلا

مؤلف

محمد طاہر بھٹی چک قاسم کا

امام حسین علیہ السلام
اور
واقعہ کربلا
مؤلف
محمد طاہر بھٹی چک قاسم کا

نام کتاب=======امام حسینؑ اور واقعہ کربلا

نام مصنف ========محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات======== 230

قیمت======== 0

موبائل نمبر

03477172726 , 03161175528

پتہ

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَسْتَعِینُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَہُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ۔ (۱)

صحابی کی تعریف

صحابی سے مراد وہ شخص ہے جسے اپنی زندگی میں بحالتِ اسلام اپنی آنکھوں سے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا، اور پھر وہ مسلسل تا دمِ آخر دینِ اسلام پر قائم

۱۔ سنن نسائی باب: (خطبہ جمعہ کی کیفیت کا بیان ١٤٠٥) سنن ابی داود/ النکاح ۳۳ (۲۱۱۸)، وقد أخرجہ: سنن الترمذی/ النکاح ۱۷ (۱۱۰۵)، سنن ابن ماجہ/ النکاح ۱۹ (۱۸۹۲)، (تحفۃ الأشراف: ۹۶۱۸)، مسند احمد ۱/ ۳۹۲، ۴۳۲، سنن الدارمی/ النکاح ۲۰ (۲۲۴۸) (صحیح)

رہا، اور اسی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔ (۱)

اہلِ علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ امت کا کوئی اعلیٰ ترین فرد بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مقام و مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا...... کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مقدس و برگزیدہ ترین افراد تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست استفادہ و کسبِ فیض کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین سیکھا، اللہ کا کلام سیکھا، حکمت و دانش سیکھی...... آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت اور فیضِ نظر کی بدولت یہ حضرات پاکیزہ و برگزیدہ ترین اشخاص بن گئے...... ان کے دلوں میں ایمان اس قدر راسخ و مضبوط ہو گیا کہ کوئی چیز انہیں کسی صورت راہِ حق سے برگشتہ و منحرف نہیں کر سکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے ایمان کو رہتی دنیا تک تمام بنی نوعِ انسان کیلئے مثال

۱۔: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از: صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، صفحہ: ۸۳۷، جلد: ۲ (باب: حب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین وایمان، وبغضہم کفر ونفاق وطغیان) نیز: مصطلح الحدیث، از: محمد بن صالح العثیمین، ص: ۵۴۔

اور معیار قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: {فَاِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمنتُم بِہٖ فَقَدِ اھتَدَوا)۔ [۱]

ترجمہ: (اگر وہ لوگ بھی اسیطرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو، تب وہ راہِ راست پر آجائیں گے۔

یعنی اصل اور حقیقی ایمان تو وہی ہے جو حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں موجزن تھا۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشادِ ربانی ہوا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيكُمُ الاِيمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيكُمُ الكُفرَ وَالفُسُوقَ وَالعِصيَانَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعمَةً وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ [۲]

۱۔ البقرة [۱۳۷]

۲۔ الحجرات [۷۔۸]

ترجمہ: (......لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کو تمہارے دلوں میں محبوب بنا دیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے۔اور کفر کو' اور گناہ کو' اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے' یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔اللہ کے انعام واحسان سے ۔اور اللہ دانا اور باحکمت ہے)

یقینا یہ آیت خالق ارض وسماء کی طرف سے ان حضرات کے حق میں بہت بڑی گواہی' نیز ان کے ایمان اور رشد وہدایت پر ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

اس سلسلے میں مزید قابلِ ذکر یہ کہ خود قرآن کریم میں ان حضرات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ کیلئے رضامندی وخوشنودی کی خوشخبری سے شادکام کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

{رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ}۔[۱]

۱۔) المائدۃ [۱۱۹]۔التوبۃ [۱۰۰]۔ البینۃ [۸]

یعنی ''اللہ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں)

زبانِ رسالت سے صحابہ کے چنندہ ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ.... وَقَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ کُلُّھُمْ خَیْرٌ۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (خَیرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم، ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم)۔ [۲]

یعنی بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد، اور پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد)

نیز ارشادِ نبوی ہے: (لَاتَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوأَنَّ أَحَدَکُم

۱۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۶)

۲۔ بخاری [۳۶۵۱] باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیز: مسلم [۲۵۳۳] باب فضل الصحابہ۔

أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ)
۔ [١]

یعنی ''میرے ساتھیوں کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ اُس اجروثواب کا مستحق نہیں بن سکتا جو میرے ساتھیوں میں سے محض مٹھی بھر (اناج) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کیلئے ہے''۔(٢)

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے: (اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضاً مِن بَعْدِي ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ ، وَمَن أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ ، وَمَن آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَن آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَن آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَن

١۔ متفق علیہ۔ مشکوۃ المصابیح [٥٩٩٨] باب مناقب الصحابہ (٣) اُس دور میں ''مُد'' غلہ واناج تولنے کیلئے ایک پیمانہ تھا۔

يَأْخُذَهُ)۔[1]

ترجمہ: (میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم میرے بعد انہیں [اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر] نشانہ نہ بنانا، جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے، اور جو کوئی ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں کوئی اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی، اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اللہ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا"۔

حضرت ابنِ مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: صحابۂ رسول اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ

۱۔ ترمذی [۳۸۶۲] باب فی من سبّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دور رہنے والے تھے۔ [۱]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے اگر چہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہو جائے۔ [۲]

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں "فرقِ مراتب"

یقیناً حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام جماعت ہی برگزیدہ ترین ہے۔

البتہ اہلِ علم نے ان میں باہم "فرقِ مراتب" اور "تفاضل" بیان

۱۔(رزین، مشکوٰۃ:۱/ ۳۲)

۲۔(ابوداؤد، باب فی الخلفاء، حدیث نمبر ۴۰۳۱)

کیا ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مجموعی طور پر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے بلند ترین مقام و مرتبہ ان دس خوش نصیب ترین حضرات کا ہے جنہیں ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ جنت کی خوشخبری سے شادکام فرمایا اور اسی مناسبت سے انہیں ''عشرہ مبشرہ'' یا ''العشرۃ المبشرون بالجنۃ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [۱]

اور پھر ان ''عشرہ مبشرہ'' میں سے بلند ترین مقام و مرتبہ چاروں ''خلفائے راشدین'' کا ہے۔

پھر حضرات ''خلفائے راشدین'' میں فرقِ مراتب ان کی ترتیب کے مطابق ہے، یعنی خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم حضرت

۱۔ ملاحظہ ہو حدیث: (ابوبکر فی الجنۃ ، وعمر فی الجنۃ ، وعثمان فی الجنۃ ، وعلی فی الجنۃ ، وطلحۃ فی الجنۃ ، والزبیر فی الجنۃ ، وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ ، وسعد فی الجنۃ ، وسعید فی الجنۃ ، وأبو عبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ) (ترمذی [۳۷۴۷] عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابواب المناقب)۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اور خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

☆ ہجرتِ مدینہ سے قبل دینِ اسلام قبول کرنے والوں کا مقام ومرتبہ ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے بلند ہے۔

☆ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ دوسروں سے زیادہ ہے۔

☆ بیعتِ رضوان کے موقع پر جو حضرات شریک تھے ان کا مقام ومرتبہ دوسروں سے بڑھا ہوا ہے...... نیز ان کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بطورِ خاص رضامندی وخوشنودی کا اعلان ہے۔ [١]

☆ فتحِ مکہ سے قبل مشرف باسلام ہونے والوں کا مقام ومرتبہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

لہٰذا سب سے کم مقام ومرتبہ ان حضرات کا ہے جو فتحِ مکہ کے

١۔ ارشادِ ربانی {لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ......} کی تفسیر ملاحظہ ہو (سورۃ الفتح: ١٨)

بعد مسلمان ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ}۔ [۱]

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے۔ وہ دوسروں کے برابر نہیں، بلکہ وہ اُن سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، ہاں البتہ بھلائی کا وعدہ تو اللہ نے ان سب سے کیا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے

۱۔ سورۃ الحدید [۱۰]

باخبر ہے۔۔ [ا]

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حال ہی میں کب گئے تھے؟ میں نے کہا: اتنے اتنے دنوں سے میں ان کے پاس نہیں جا سکا ہوں، تو وہ مجھ پر خفا ہوئیں، میں نے ان سے کہا: اب مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دیجیئے میں آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور آپ سے میں اپنے اور آپ کے لیے دعا مغفرت کی درخواست کروں گا، چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب پڑھی پھر آپ (نوافل)

ا۔) یعنی فتحِ مکہ سے قبل چونکہ مسلمان کمزور تھے اور مشکل حالات سے گذر رہے تھے لہٰذا ان مشکلات کے باوجود جس کسی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد بھی کیا، اس کا مقام ومرتبہ فتحِ مکہ کے بعد یہ کام انجام دینے والوں سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اجر وثواب میں نیز مقام ومرتبے میں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

ہاں البتہ اسی آیت کے آخری حصے میں یہ وضاحت بھی آگئی ہے کہ صحابۂ کرام کے ان دونوں گروہوں میں اگرچہ فرقِ مراتب تو ضرور ہے......لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فتحِ مکہ کے بعد دینِ اسلام قبول کرنے والے صحابۂ کرام کیلئے بھی "حُسنیٰ" یعنی "بھلائی کا وعدہ" موجود ہے۔

پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے عشاء پڑھی، پھر آپ لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: "کون ہو؟ حذیفہ؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں، حذیفہ ہوں، آپ نے فرمایا: »ما حاجتك غفر الله لك ولأمك« "کیا بات ہے؟ بخشے اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو" (پھر) آپ نے فرمایا: "یہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا تھا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کی اجازت مانگی کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں (یعنی جو دنیا میں جوان تھے ان) کے سردار ہیں"۔ [۱]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اور ان

۱۔ جامع ترمذی، (أخرجه النسائي في الكبرى) (تحفة الاشراف: 3323) (صحیح)

کے والدان سے بہتر ہیں"۔ [١]

احقر

محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

١۔ جامع ترمذی، ابن ماجہ، (تحفۃ الاشراف:8434، ومصباح الزجاج※:50) (صحیح)

نام ونسب

حسین نام، ابو عبداللہ کنیت "سید شباب اہل الجنۃ" اور ریحانۃ النبی لقب، علی مرتضیٰؓ باپ اور سیدہ بتولؓ جگر گوشۂ رسول ماں تھیں اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی، شجرہ طیبہ یہ ہے، حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی ومطلبی، ع

دل وجان باو فدایت چہ عجب خوش لقبی

پیدائش

ابھی آپ شکم مادر میں تھے کہ حضرت حارثؓ کی صاحبزادی نے خواب دیکھا کہ کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا ہے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے ایک ناگوار اور بھیانک خواب

دیکھا ہے،فرمایا کیا؟ عرض کیا نا قابل بیان ہے فرمایا بیان کرو آخر کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو نہایت مبارک خواب ہے،فاطمہؑ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو گود میں لوگی۔ [۱]

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر ملی اور ریاض نبوی میں وہ خوش رنگ ارغوانی پھول کھلا، جس کی مہک حق وصداقت ،جرأت وبسالت،عزم واستقلال،ایمان وعمل اور ایثار وقربانی کی وادیوں کو ابد الآباد تک بساتی اور جس کی رنگینی عقیق کی سرخی ،شفق کی گلگونی اور لالہ کے داغ کو ہمیشہ شرماتی رہے گی،یعنی شعبان ۴ھ میں علیؓ کا کاشانہ حسینؓ کے تولد سے رشک گلزار بنا،ولادت باسعادت کی خبرسن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے بچے کو دکھاؤ،کیا نام رکھا گیا؟ اور نومولود بچہ کو منگا کر اس کے کانوں میں

۱۔(مستدرک حاکم:۳/۱۷۶)

اذان دی، اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے اس بچہ کے کانوں میں توحید الٰہیٰ کا صور پھونکا در حقیقت اسی صور کا اثر تھا کہ

سرداد، دست ندادر دستِ یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ پھر فاطمہ زہراؓ کو عقیقہ کرنے اور بچہ کے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا، پدر بزرگوار کے حکم کے مطابق فاطمہ زہراؓ نے عقیقہ کیا۔ [۱]

والدین نے حرب نام رکھا تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نام پسند نہ آیا، آپ نے بدل کر حسینؓ رکھا۔ [۲]

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسینؓ کے بچپن کے حالات میں صرف ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیار اور محبت کے واقعات ملتے ہیں، آپ

۱۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۱۷۶، فضائل حسینؓ، موطا امام مالک کتاب العقیقہ باب ماجاء فی العقیقہ میں بھی اس کا ذکر ہے)

۲۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۱۸)

ان کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے تھے، تقریباً روزانہ دونوں کو دیکھنے کے لئے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دونوں کو بلا کر پیار کرتے اور کھلاتے، دونوں بچے آپ سے بیحد مانوس اور شوخ تھے، لیکن آپ نے کبھی کسی شوخی پر تنبیہ نہیں فرمائی؛ بلکہ ان کی شوخیاں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے، اس قسم کے تمام حالات حضرت حسنؓ کے تذکرہ میں لکھے جا چکے ہیں، اس لئے یہاں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں حضرت حسینؓ کا سن صرف سات برس کا تھا کہ نانا کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔

عہد صدیقی

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں امام حسینؓ کی عمر ۷،۸ سال سے زیادہ نہ تھی اس لئے ان کے عہد کا کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں ہے، بجز اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ، نبیرہ رسول کی حیثیت سے حضرت حسینؓ کو بہت مانتے تھے۔

عہد فاروقی

حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہدِ خلافت میں بھی بہت صغیر السن تھے، البتہ آخری عہد میں سن شعور کو پہنچ چکے تھے، لیکن اس عہد کی مہمات میں ان کا نام نظر نہیں آتا، حضرت عمرؓ بھی حضرت حسینؓ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص لحاظ رکھتے تھے؛ چنانچہ جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا دو دو ہزار وظیفہ مقرر کیا، تو حضرت حسینؓ کا محض قرابت رسول کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا۔ (۱)

آپ کسی چیز میں بھی حضرت حسینؓ کی ذات گرامی کو نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے ایک مرتبہ یمن سے بہت سے حلے آئے، حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ میں تقسیم کیئے، آپ قبر اور منبر نبوی کے درمیان تشریف فرما تھے، لوگ ان حلوں کو پہن پہن کر شکریہ کے طور پر آ کر

۱۔(فتوح البلدان بلاذری ذکر عطا عمر بن الخطاب)

سلام کرتے تھے، اسی دوران میں حضرت حسنؓ و حسینؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے، آپ کا گھر حجرہ مسجد کے درمیان میں تھا، حضرت عمرؓ کی نظران دونوں پر پڑی توان کے جسموں پر حلے نظر نہ آئے، یہ دیکھ کر آپ کو تکلیف پہنچی اورلوگوں سے فرمایا مجھے تمہیں حلے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی، انہوں نے پوچھا امیر المومنین یہ کیوں ،فرمایا اس لئے کہ ان دونوں لڑکوں کے جسم ان حلوں سے خالی ہیں اس کے بعد فوراً حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ جلد سے جلد دو حلے بھیجو اور حلے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنانے کے بعد فرمایا، اب مجھے خوشی ہوئی ایک روایت یہ ہے کہ پہلے حلے حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لائق نہ تھے۔ [۱]

حضرت عمرؓ حسینؓ کو اپنے صاحبزادے عبداللہ سے بھی جو عمر اور ذاتی فضل وکمال میں ان دونوں سے فائق تھے،زیادہ مانتے

۱۔(ابن عساکر:۴/۳۲۱،۳۲۳)

تھے، ایک مرتبہ آپ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسینؓ آئے اور منبر پر چڑھ کر کہا میرے باپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ، حضرت عمرؓ نے اس طفلانہ شوخی پر فرمایا کہ میرے باپ کے تو کوئی منبر ہی نہ تھا اور انہیں اپنے پاس بٹھالیا، خطبہ تمام کرنے کے بعد انہیں اپنے ساتھ گھر لیتے گئے راستہ میں پوچھا کہ یہ تم کو کس نے سکھایا تھا؟ بولے واللہ کسی نے نہیں، پھر فرمایا کبھی کبھی میرے پاس آیا کرو؛ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق ایک مرتبہ حسینؓ ان کے پاس گئے اس وقت حضرت عمرؓ معاویہؓ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کر رہے تھے اور ابن عمرؓ دروازہ پر کھڑے تھے، حسینؓ بھی ان ہی کے پاس کھڑے ہو گئے اور بغیر ملے ہوئے ان ہی کے ساتھ واپس چلے گئے، اس کے بعد جب حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا تم آئے کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا امیر المومنین میں حاضر ہوا تھا، مگر آپ معاویہ

سے گفتگو میں مشغول تھے، اس لئے عبداللہ کے ساتھ کھڑا رہا، پھر ان ہی کے ساتھ لوٹ گیا، فرمایا تم کو ان کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی، تم ان سے زیادہ حقدار ہو جو کچھ ہماری عزت ہے وہ خدا کے بعد تم ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے۔ [۱]

عہد عثمانی

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پورے جوان ہو چکے تھے؛ چنانچہ سب سے اول اسی عہد میں میدان جہاد میں قدم رکھا اور ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ [۲]

پھر جب حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت برپا ہوئی اور باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا تو حضرت علیؓ نے دونوں بھائیوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں

۱۔(اصابہ:۲/۱۵)

۲۔(ابن اثیر:۳/۸۴)

؛چنانچہ حفاظت کرنے والوں کے ساتھ ان دونوں نے بھی نہایت بہادری کے ساتھ باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا جب باغی کوٹھے پر چڑھ کر اندر اتر گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کرڈالا اور حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو انہوں نے دونوں بھائیوں سے نہایت سختی کے ساتھ باز پرس کی کہ تمہارے ہوتے ہوئے باغی کس طرح اندر گھس گئے۔

جنگ جمل وصفین

جنگ جمل میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے، اختتام جنگ کے بعد کئی میل تک حضرت عائشہ کو پہنچانے کے لئے گئے، جنگ جمل کے بعد صفین کے قیامت خیز واقعہ میں بھی آپ نے بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، لیکن یہاں ان لاطائل تفصیلات کی ضرورت نہیں التوائے جنگ کے بعد معاہدہ نامہ میں بحیثیت شاہد کے حضرت حسینؓ کے بھی دستخط تھے پھر جنگ صفین کے بعد خوارج کی سرکوبی

میں بڑے انہماک سے حصہ لیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

اس کے بعد ۴۰ھ میں حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا زخم بہت کاری تھا، جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر مفید نصیحتیں کیں اور محمد بن حنفیہؓ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کر کے مرتبہ شہادت پر ممتاز ہو گئے۔

عہد معاویہ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے، آپ مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری پر آمادہ ہو گئے اور حسینؓ کو اپنے عزم سے آگاہ کیا حسینؓ نے اس کی بڑی پر زور مخالفت کی جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، لیکن حضرت حسنؓ کے عزم راسخ کے سامنے ان کی

مخالفت کامیاب نہ ہوسکی اور ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے، حضرت حسینؓ کو بھی برادر بزرگ کے فیصلہ کے سامنے سرخم کرنا پڑا، گو حضرت حسینؓ امیر معاویہؓ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے، تاہم ان کے زمانہ کی لڑائیوں میں برابر شریک ہوتے تھے؛ چنانچہ ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں جس کا کماندار سفیان بن عوف تھا، مجاہدانہ شرکت کی تھی۔

حضرت حسنؓ کا انتقال

اسی سال یعنی ۴۹ھ میں حضرت حسنؓ کا انتقال ہو گیا اس سلسلہ میں حضرت حسینؓ کو جو جو واقعات پیش آئے ان کا تذکرہ حضرت حسنؓ کے حالات میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

امیر معاویہ اور حسینؓ

ممکن ہے حضرت امام حسینؓ کا دل امیر معاویہؓ کی جانب سے صاف نہ رہا ہو، یا وہ ان کو اچھا نہ سمجھتے ہوں لیکن دونوں کے ظاہر تعلقات خوشگوار تھے اور امیر معاویہؓ ان کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، حضرت حسنؓ نے دستبرداری کے وقت حسینؓ کے لئے جو رقم مقرر کرائی تھی وہ امیر معاویہؓ انہیں برابر پہنچاتے رہے؛ بلکہ اس رقم کے علاوہ بھی مسلوک ہوتے رہتے تھے البتہ یزید کے ولی عہدی کے وقت ناخوشگواری پیدا ہو گئی تھی، لیکن اس میں بھی کوئی بدنما صورت نہیں پیدا ہونے پائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۵۶ھ میں جب امیر معاویہؓ نے اہل مدینہ سے یزید کی بیعت لینی چاہی تو طبری کے بیان کے مطابق سوائے چند لوگوں کے کل اہل مدینہ نے بیعت کرلی بیعت نہ کرنے والوں میں ایک امام حسینؓ بھی تھے، لیکن جب عام بیعت ہو گئی تو امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے کچھ زیادہ اصرار

نہیں کیا۔ (۱)

یہ طبری کی روایت ہے ابن اثیر کی روایت کی رو سے امیر معاویہؓ نے پہلے تمام اکابر مدینہ سے بزور بیعت لی اور ان کی بیعت کو عوام کے سامنے سند میں پیش کر کے سب سے بیعت لی اور کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا، سب خاموش رہے، ان خاموش رہنے والوں میں حضرت حسینؓ بھی تھے، اس کی تفصیل امیر معاویہؓ کے حالات پر لکھی جا چکی ہے۔

امیر معاویہؓ نہایت زمانہ شناس اور بڑے عاقبت بین مدبر تھے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا پہلے سے اندازہ کر لیتے تھے چنانچہ اس کا یقین تھا کہ ان کے بعد ابن زبیر ضرور خلافت کا دعویٰ کریں گے اور حسینؓ کو بھی اہل عراق یزید کے مقابلہ میں کھڑا کر دیں گے اس لئے موت کے وقت یزید سے دونوں کے بارہ میں

۱۔(طبری:۱۹۷،۷)

وصیت کرتے گئے، حضرت حسینؓ کے متعلق خاص طور سے تاکید کی تھی کہ میرے بعد عراق والے حسینؓ کو تمہارے مقابلہ لاکر چھوڑیں گے جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگذر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت دار، بڑے حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ہیں۔ [۱]

یزید کی تخت نشینی

رجب ٦٠ھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا ان کے بعد یزید جس کی بیعت وہ اپنی زندگی ہی میں لے چکے تھے، ان کا جانشین ہوا، تختِ حکومت پر قدم رکھنے کے بعد یزید کے لئے سب سے اہم معاملہ حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی بیعت کا تھا، کیونکہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے وقت ان دونوں نے اس کو نہ دل سے تسلیم کیا تھا اور نہ زبان سے اقرار کیا تھا اور ان کے بیعت نہ کرنے کی صورت

۱۔(طبری:۷/ ۱۹۰، والفخری:۱۰۲)

میں خود ان کی جانب سے دعویٰ خلافت اور حجاز میں یزید کی مخالفت کا خطرہ تھا، کیونکہ ان کے دعویٰ خلافت سے سارا حجاز یزید کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا اور حسینؓ کی وجہ سے عراق میں بھی شورش بپا ہو جاتی جیسا کہ آیندہ چل کر ابن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت کے زمانہ میں ہوا کہ شام کے بعض حصوں کے سوا قریب قریب پورا ملک ابن زبیرؓ کے ساتھ ہو گیا، ان اسباب کی بنا پر اپنی حکومت کی بقا اور تحفظ کے لئے یزید نے ان دونوں سے بیعت لینا ضروری سمجھا گو یہ اس کی ناعاقبت اندیشی تھی اگر وہ سمجھداری سے کام لے کر ان بزرگوں کو ساتھ ملا لیتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ ناگوار واقعات پیش نہ آتے جنہوں نے نہ صرف یزید کو ساری دنیا میں بدنام؛ بلکہ اموی حکومت کو لوگوں کی نگاہوں میں مطعون کر دیا، جس کا اثر اموی حکومت پر بہت برا پڑا۔

(بنی امیہ کے خلاف عباسیوں کی دعوت میں کامیابی کا ایک بڑا سبب

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ بھی تھا)

لیکن یزید نے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر کے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کے نام ان دونوں سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم بھیجا، ابھی تک مدینہ میں امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر نہ پہنچی تھی، ولید کے لئے اس حکم کی تعمیل بہت مشکل تھی، وہ اس کے انجام سے واقف تھا، اس لئے بہت گھبرایا اور اس نے اپنے نائب مروان سے مشورہ کیا، مروان سخت مزاج تھا اس نے کہا دونوں کو اسی وقت بلا کر ان سے بیعت کا مطالبہ کرو اگر مان جائیں تو فبہا اور اگر ذرا بھی لیت و لعل کریں تو سر قلم کر دو، ورنہ ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر مل گئی تو پھر ان میں سے ہر ایک شخص ایک ایک مقام پر خلافت کا مدعی بن کر کھڑا ہو جائے گا اور اس وقت سخت دشواری پیش آئے گی۔

اس مشورہ کے بعد ولید نے ان دونوں کو بلا بھیجا، اولاً یہ طلبی ایسے غیر

معمولی وقت میں ہوئی تھی جو ولید کے ملنے کا وقت نہ تھا دوسرے امیر معاویہؓ کی علالت کی خبریں مدینہ آچکی تھیں ان قیاسات سے دونوں آدمی سمجھ گئے کہ امیر معاویہؓ کا انتقال ہوگیا ہے اورانہیں بیعت کے لئے بلایا گیا ہے، تاکہ معاویہ کی موت کی خبر پھیلنے سے پہلے ہی مدینہ میں بیعت لے لی جائے، حضرت حسینؓ کو اندازہ تھا کہ انکار بیعت کی صورت میں کس حد تک معاملہ نزاکت اختیار کرسکتا ہے،اس لئے اپنی حفاظت کا سامان کر کے ولید کے پاس پہنچےاور مکان کے باہر آدمیوں کو متعین کردیا تاکہ اگر کوئی ناگوار شکل پیش آئے تو وہ لوگ فورا آپ کی آواز پر پہنچ جائیں، ولید نے انہیں امیر معاویہؓ کی موت کی خبر سنا کر یزید کی بیعت کے لئے کہا، حضرت حسینؓ نے تعزیت کے بعد یہ عذر کیا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کرسکتا، اور نہ میرے لئے خفیہ بیعت کرنا، نازیبا ہے جب تم عام بیعت کے لئے لوگوں کو بلاؤ گے تو میں بھی آجاؤں گا اور عام

مسلمان جو صورت اختیار کریں گے اس میں مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوگا، ولید نرم خو اور صلح پسند آدمی تھا اس لئے رضامند ہو گیا اور حضرت حسینؓ لوٹ گئے، مروان جس نے زبردستی بیعت لینے اور انکار کی صورت میں قتل کر دینے کی رائے دی تھی ولید کی اس نرمی اور صلح پسندی پر بہت برہم ہوا اور کہا تم نے میرا کہنا نہ مانا، اب تم ان پر قابو نہیں پا سکتے، ولید بولا افسوس تم فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لڑکے حسینؓ کے خون سے میرے ہاتھ آلودہ کرنا چاہتے ہو خدا کی قسم قیامت کے دن حسینؓ کے خون کا جس سے محاسبہ کیا جائے گا، اس کا پلہ خدا کے نزدیک ہلکا ہوگا۔ (۱)

محمد بن حنفیہ کا مشورہ

ولید کے پاس سے واپس آنے کے بعد حضرت حسینؓ بڑی کشمکش

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۱۰ و اخبار الطوال: ۲۴۱، حسینؓ کے ساتھ ابن زبیرؓ کے حالات بھی ہیں، ان کا ذکر ان کے حال میں آئندہ آئے گا)

میں تھے، آپ کو اس مشکل سے مفر کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ،ایک طرف آپ یزید کی بیعت دل سے سخت ناپسند کرتے تھے، کیونکہ اس کی ولی عہدی کی بیعت خلفائے راشدینؓ کے اسلامی طریقۂ انتخاب کے بالکل خلاف غیر شرعی اور قیصر و کسریٰ کے طرز کی پہلی شخصی وموروثی بادشاہت تھی، دوسری جمہور امت کے خلاف بھی نہیں چاہتے تھے؛ چنانچہ ولید سے فرمادیا تھا کہ جب تمام اہل مدینہ بیعت کرلیں گے تو مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوگا، تیسرے اہل عراق خود آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور آپ کے پاس اس مضمون کے بہت سے خطوط آچکے تھے کہ آپ ظالم حکومت کے مقابلہ میں خلافت قبول کیجئے ان تمام حالات نے آپ کو بڑی کشمکش میں مبتلا کردیا۔

جس دن حضرت حسینؓ ولید سے ملے تھے، اس کے دوسرے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ سے مکہ نکل گئے اور دن بھر ولید

اوران کا عملہ ان کی تلاش میں سرگرداں رہا، اس لئے حضرت حسینؓ
کا کسی کو خیال نہ آیا، اس کے بعد دوسرے دن ولید نے پھر حضرت
حسینؓ کے پاس یاد دہانی کے لئے آدمی بھیجا آپ نے ایک دن کی
اور مہلت مانگی، ولید نے اسے بھی منظور کرلیا، اس کے بعد بھی حسینؓ
کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور اسی کشمکش اور پریشانی میں اپنے اہل وعیال
اور عزیز واقربا کو لیکر رات کو نکل کھڑے ہوئے؛ لیکن ابھی تک یہ بھی
طے نہیں کیا تھا کہ مدینہ سے نکل کر جائیں تو کدھر جائیں، محمد بن حنفیہ
نے مشورہ دیا کہ اس وقت آپ یزید کی بیعت اور کسی مخصوص شہر کے
ارادہ سے جہاں تک ہوسکے الگ رہیے اور ان لوگوں کو خود اپنی
خلافت کی دعوت دیجئے اگر وہ لوگ بیعت کرلیں تو خدا کا شکر ادا
کرنا چاہیے، اور اگر کسی دوسرے شخص پر لوگوں کا اجتماع ہوجائے تو
اسے آپ کے اوصاف وکمالات اور فضائل میں کمی نہ آئے گی، مجھے
خوف ہے کہ اگر آپ اس پرشور زمانہ میں کسی مخصوص شہر اور مخصوص

جماعت کے پاس جانے کا قصد کریں گے تو ان میں اختلاف پیدا
ہو جائے گا، ایک فریق آپ کی حمایت کرے گا دوسرا مخالفت، پھر یہ
دونوں آپس میں لڑیں گے اور آپ ان کے نیزوں کا پہلا نشانہ بنیں
گے، اس طرح اس امت کا معزز ترین اور شریف ترین شخص جس کا
ذاتی اور نسبی شرف میں کوئی مقابل نہیں ہے سب سے زیادہ ذلیل
اور پست اور اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہو جائے گا، یہ مشورہ
سن کر حضرت حسینؓ نے پوچھا پھر میں کہاں جاؤں، محمد بن حنفیہ نے
کہا مکہ اگر وہاں آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے تو کوئی نہ کوئی راہ نکل
آئے گی، اور اگر وہاں بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کسی اور ریگستان
اور پہاڑی علاقہ میں نکل جایئے اور اس وقت تک برابر ایک شہر سے
دوسرے شہر میں منتقل ہوتے رہیے جب تک ملک کا کوئی فیصلہ
ہو جائے اس درمیان میں آپ کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے،
جب واقعات سامنے آجاتے ہیں اس وقت آپ کی رائے بہت

زیادہ صائب ہوجاتی اور آپ کا طریقہ کار بہت زیادہ صحیح ہوجاتا ہے، حضرت حسینؓ نے محمد بن حنفیہ کا مشورہ پسند کیا اور فرمایا تمہاری نصیحت بہت محبت آمیز ہے تمہاری رائے بھی صائب ہوگی۔ (۱)

حضرت حسینؓ کا سفر مکہ

اس وقت مدینہ بہت پرآشوب ہو رہا تھا، اس کے مقابلہ میں اگر کہیں امن تھا تو وہ حرم محترم تھا اور حضرت حسینؓ کے پاس کوفہ سے خط پر خط اور آدمی پر آدمی آرہے تھے کہ آپ کوفہ تشریف لائیے ہم سب جان نثاری کے لئے تیار ہیں، لیکن محمد بن حنفیہ نے کسی دوسرے مقام پر جانے کی مخالفت کی تھی اور مکہ ہی میں قیام کرنے کا مشورہ دیا تھا، اس لئے حضرت حسینؓ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جانے کا قصد کرلیا؛ چنانچہ شعبان ۶۰ ھ میں مع اہل وعیال مکہ روانہ ہوگئے، راستہ میں عبداللہ بن مطیعؓ ملے انہوں نے آپ کو مدینہ سے

۱۔(طبری: ۷/ ۲۲۰، ۲۲۱، ملخصا)

جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں آپ پر فدا ہوں کہاں کا قصد ہے فرمایا فی الحال مکہ جاتا ہوں، عبداللہ نے کہا، اس میں مضائقہ نہیں، مگر خدا کے لئے کوفہ کا قصد نہ کیجئے گا، وہ منحوس شہر ہے، وہاں آپ کے والد شہید کئے گئے، آپ کے بھائی بے یار و مددگار چھوڑے گئے، نیزے سے زخمی ہوئے جان جاتے جاتے بچی، آپ حرم میں بیٹھ جایے، آپ عرب کے سردار ہیں، حجازی آپ کے مقابلہ میں کسی کو نہ مانیں گے، حرم میں بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف مائل کیجئے ، میرے چچا اور ماموں آپ پر فدا ہوں آپ حرم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑ یئے گا اگر نصیب دشمناں آپ پر کوئی آنچ آئی تو ہم سب غلام بنا ڈالے جائیں گے۔

تحقیق حال

مکہ پہنچنے کے بعد حضرت حسینؓ نے شعب ابی طالب (یہ وہی گھاٹی ہے جس میں آغاز اسلام میں قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ

کے ساتھ آپ کے حامیوں کو تبلیغ اسلام کے جرم میں نظر بند کیا تھا)
میں قیام فرمایا، آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق زیارت
کے لئے آنے لگے اور کوفیوں کے بلاوے کے خطوط کا تانتا بندھ گیا
،عمائد کوفہ کے وفود نے آ کر عرض کیا کہ آپ جلد سے جلد کوفہ تشریف
لے چلئے وہاں کی مسند خلافت آپ کے لئے خالی ہے اور ہماری
گردنیں آپ کے لئے حاضر ہیں، حضرت حسینؓ نے یہ اشتیاق سن
کر فرمایا میں تمہاری محبت اور ہمدردی کا شکر گذار ہوں؛ لیکن فی
الحال نہیں جا سکتا، پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، یہ
وہاں کے حالات کا اندازہ لگا کر مجھے اطلاع دیں گے،اس وقت
میں کوفہ کا قصد کرونگا؛ چنانچہ مسلم کو ایک خط دے کر کوفہ روانہ کر دیا
کہ وہ براہ راست خود حالات کا صحیح اندازہ لگا کر اطلاع دیں اور اگر
حالات کا رخ کچھ بدلا ہوا دیکھیں تو لوٹ آئیں ؛ چنانچہ مسلم دو
آدمیوں کو لیکر کوفہ روانہ ہو گئے ،راستہ میں بڑی دشواریاں پیش

آئیں پانی کی قلت کی وجہ سے دونوں آدمی ہلاک ہو گئے، مسلم نے کوفہ کے قریب پہنچ کر حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ میں ان ان دشواریوں کے ساتھ یہاں تک پہنچا ہوں، بہتر ہوتا کہ یہ خدمت کسی دوسرے کے سپرد کر دیجاتی، لیکن امام نے جواب میں لکھا کہ یہ تمہاری کمزوری ہے ہمت نہ ہارو، اس لئے مسلم کو چارو ناچار کوفہ میں داخل ہونا پڑا، کوفہ والے چشم براہ ہی تھے مسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا اوران کے پہنچتے ہی کوفہ میں یزید کی علانیہ مخالفت شروع ہوگئی۔

یزید کو مسلم کے پہنچنے کی اطلاع

مسلم کے کوفہ پہنچنے کے بعد حکومت شام کے جاسوسوں نے پایہ تخت دمشق اطلاع بھیجی کہ حسینؓ کی طرف سے مسلم بیعت لینے کے لئے کوفہ آگئے ہیں، اگر سلطنت کی بقا منظور ہے تو فوراً اس کا تدارک ضروری ہے، اس اطلاع پر دربار دمشق سے عبیداللہ بن زیاد کے نام تاکیدی حکم آیا کہ تم فوراً کوفہ جا کر مسلم کو خارج البلد کر دو اور اگر وہ

اس میں مزاحمت کریں تو قتل کردو، ابن زیاد کو بصرہ میں یہ فرمان ملا اتفاق سے اسی دن حضرت حسینؓ کا ایک اور قاصد اہل بصرہ کے نام بھی آپ کا خط لیکر آیا تھا، بصرہ والوں کو یزید کے فرمان کا علم ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے اس قاصد کو چھپا دیا، مگر ابن زیاد کے خسر کو اس کا علم ہو گیا تھا، اس نے ابن زیاد کو خبر کر دی، ابن زیاد نے اسی وقت قاصد کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور جامع بصرہ میں تقریر کی کہ "امیر المومنین" نے مجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی مرحمت فرمائی ہے، اس لئے میں وہاں جا رہا ہوں، میری عدم موجودگی میں میرا بھائی عثمان میری نیابت کرے گا، تم لوگوں کو اختلاف اور شورش سے بچنا چاہیے یاد رکھو جس کے متعلق مجھے ان میں حصہ لینے کی اطلاع ملے گی: اس کو اور اس کے حامی دونوں کو قتل کر ڈالوں گا اور قریب و بعید اور گناہگار و ناکردہ گناہ سب کو ایک گھاٹ اتاروں گا، تا آنکہ تم لوگ راہ راست پر آجاؤ، میرا فرض سمجھانا تھا اسے میں

نے پورا کردیا، اب میں بری الذمہ ہوں۔

کوفہ میں ابن زیاد کا ورود

اس تہدید آمیز تقریر کے بعد ابن زیاد بصرہ سے کوفہ روانہ ہوگیا، اہل کوفہ حضرت حسینؓ کیلئے چشم براہ تھے اور آپ کے دھوکے میں ہر باہر سے آنے والے کو دیکھ کر مرحبا با بن رسول اللہ کا نعرہ لگاتے تھے، اس لئے ابن زیاد کوفہ میں جن جن راستوں سے گذرا یہی نعرہ سنائی دیا ان کو سن کر جوش غضب سے لبریز ہوگیا اور سیدھا جامع مسجد پہنچا اور لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ" باشندگان کوفہ امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مظلوم کے ساتھ انصاف مطیع ومنقاد کے ساتھ احسان اور نافرمان اور باغی کے ساتھ سختی کا حکم دیا ہے، میں اس حکم کی پوری پابندی کروں گا، فرمانبرداروں کے ساتھ پدرانہ شفقت سے پیش آؤں گا؛ لیکن مخالفوں کے لئے سم قاتل ہوں۔

کوفہ میں مسلم کا خفیہ سلسلۂ بیعت

اس اعلان سے مسلم گھبرا گئے اور رات کو اپنے قیام گاہ سے نکل کر اہل بیعت کے ایک چاہنے والے ہانی بن عروہ مذحجی کے یہاں پہنچے، ابن زیاد کے اعلان سے سب خوفزدہ ہو رہے تھے، اس لئے ہانی کو پہلے مسلم کے ٹھہرانے میں تذبذب ہوا، لیکن پھر زنانہ مکان کے ایک محفوظ حصہ میں چھپادیا، حضرت حسینؓ کا ایک بڑا حامی شریک بن اعور سلمی جو بصرہ کا ایک مقتدر اور معزز شخص تھا، عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ کوفہ آیا ہوا تھا، اس تعلق سے ہانی نے اسے بھی اپنا مہمان بنایا اور مسلم کے ساتھ ٹھہرایا، اس نے ہانی کو مسلم کی امداد پر آمادہ کیا اور مسلم کے پاس حضرت حسینؓ کے حامیوں کی خفیہ آمد و رفت شروع ہوگئی اور ان کی بیعت کا سلسلہ جاری ہوگیا سوء اتفاق اسی دوران میں شریک بیمار پڑ گیا، ابن زیاد کو خبر ہوئی تو وہ عیادت کیلئے آیا اُس کے آنے کی خبر سن کر شریک نے پہلے سے اس کا قصہ

چکانے کا بندوبست کرلیا اور مسلم کو ایک خفیہ مقام پر چھپا کر ہدایت کردی کہ وہ موقع پاتے ہی نکل کر ابن زیاد کا کام تمام کردیں اس کے بعد بصرہ کی مسند خلافت تمہارے لئے خالی ہوجائے گی، اور کوئی مزاحم باقی نہ رہے گا، ہانی نے اپنے گھر میں یہ صورت ناپسند کی، لیکن شریک نے اس قتل کو مذہبی خدمت بتا کر ہانی کو آمادہ کرلیا، اس کے بعد ہی عبیداللہ بن زیاد عیادت کے لئے آگیا اور دیر تک بیٹھا رہا مگر مسلم نہ نکلے، شریک نے اشارہ بھی کیا، مگر کسی وجہ سے مسلم نے حملہ مناسب نہ سمجھا اور ابن زیاد بچ کر نکل گیا، اس کی واپسی کے بعد شریک نے کہا تم نے بڑی بزدلی سے کام لیا، مسلم نے جواب دیا اول ہمارے میزبان ہانی کو یہ صورت حال پسند نہ تھی دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ”ایمان اچانک حملہ سے روکتا ہے“ اور اچانک حملہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں، میرے پاؤں پکڑ لیتا تھا، بہرحال مسلم نے اپنی دینداری کی بنا پر ابن زیاد کے قتل

کا بہترین موقع کھو دیا، لیکن اس کے بعد بھی ان کا سلسلہ بیعت بدستور برابر جاری رہا اور اٹھارہ ہزار اہل کوفہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت حسینؓ کے زمرۂ عقیدت میں داخل ہو گئے۔

ہانی مذحجی کا قتل

ابن زیاد کو مسلم کی تلاش میں عرصہ گذر چکا تھا؛ لیکن ابھی تک اسے ان کا پتہ نہ چلتا تھا، آخر کار اس نے اپنے غلام معقل کو سراغ رسانی پر مامور کیا، اس قسم کی خفیہ تحریکوں کا پتہ چلانے کے لئے بہترین مقام مسجد تھی، کیونکہ مسجد میں ہر قسم کے لوگ آتے تھے اس لئے یہ غلام سیدھا جامع مسجد پہنچا، یہاں دیکھا کہ ایک شخص مسلسل نمازیں پڑھ رہا ہے، معقل نے نمازوں کی کثرت سے قیاس کیا کہ یہ حضرت حسینؓ کے حامیوں میں ہے اور اس کے پاس جا کر کہا کہ میں شامی غلام ہوں، خدا نے میرے دل میں اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ڈال دی ہے، میرے پاس تین ہزار درہم ہیں، میں نے سنا ہے کہ

یہاں حسینؓ کا کوئی داعی آیا ہے، میں یہ حقیر رقم اس کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس کو کسی کار خیر میں صرف کریں یہ سن کر داعی نے سوال کیا، مسجد میں اور مسلمان بھی ہیں، تم نے خاص طور سے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟ معقل نے جواب دیا، آپ کے بشرہ پر خیر کے آثار نظر آئے، معقل کی اس پرفریب گفتگو سے وہ شخص دام میں آ گیا، اس کو معقل کی حمایتِ حسینؓ کا یقین ہو گیا؛ چنانچہ اس ملاقات کے دوسرے دن معقل اس داعی کے ہمراہ مسلم کے پاس پہنچا اور تین ہزار درہم پیش کر کے بیعت کی، اور حالات کا پتہ چلانے کیلئے اظہار عقیدت وخدمت کے بہانے ان ہی کے پاس رہنے لگا، رات بھر مسلم کے پاس رہتا اور دن کو ابن زیاد کے پاس جا کر مفصل رپورٹ پہنچاتا، ہانی چونکہ مقتدر آدمی تھے اس لئے پہلے ابن زیاد کے پاس آیا جایا کرتے تھے، لیکن جب سے مسلم کے مشن کے کارکن ہو گئے تھے اس وقت سے بیماری

کا بہانہ کر کے آنا جانا ترک کر دیا تھا، ایک دن زیاد کے پاس محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ آئے، ابن زیاد نے ان سے پوچھا ہانی کا کیا حال ہے، انہوں نے کہا بیمار ہیں، ابن زیاد نے کہا کیسے بیمار ہیں کہ دن بھر اپنے دروازہ پر بیٹھے رہتے ہیں، یہ دونوں یہاں سے واپس گئے تو ہانی سے ابن زیاد کا سوئے ظن بیان کیا اور کہا کہ تم ابھی ہمارے ساتھ چلو تا کہ اسی وقت معاملہ صاف ہو جائے ان دونوں کے کہنے سے ہانی ان کے ساتھ ہو گئے، مگر دل میں اطمینان نہ تھا اس لئے قصر امارت کے پاس پہنچ کر ان کو خوف پیدا ہوا انہوں نے کہا کہ مجھے اس شخص سے ڈر معلوم ہوتا ہے، محمد بن اشعث نے اطمینان دلایا کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تم بالکل بری الذمہ ہو اور ہانی کو اندر لے گئے، ابن زیاد کو تمام خفیہ حالات کی خبر ہو چکی تھی اس نے ہانی کو دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

ارید حباؤہ ویرید قتلی عذیریک من خلیلک من مرار

میں اس کو انعام دینا چاہتا ہوں اور مجھے قتل کرنا چاہتا ہے قبیلۂ مراد سے اپنے کسی دوست کو معذرت کے لئے لا

ہانی نے یہ شعر سن کر پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ ابن زیاد نے کہا مطلب پوچھتے ہو مسلم کو چھپانا، ان کی بیعت کے لئے لوگوں کو خفیہ جمع کرنا اس سے بڑھ کر سنگین جرم کیا اور ہوسکتا ہے، ہانی نے اس الزام سے انکار کیا، ابن زیاد نے اسی وقت معقل کو طلب کیا اور ہانی سے کہا اسے پہچانتے ہو، معقل کو دیکھ کر ہانی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اب وہ سمجھے کہ یہ شیعیت کے بھیس میں جاسوسی کر رہا تھا اس عینی شہادت کے سامنے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی، اس لئے صاف صاف اقرار کرلیا کہ آپ سچ کہتے ہیں، لیکن خدا کی قسم میں نے مسلم کو بلایا نہیں تھا اور کل واقعہ صحیح صحیح بیان کر کے وعدہ کیا کہ ابھی جا کر انہیں اپنے گھر سے نکالے دیتا ہوں اور نکال کر واپس آتا ہوں، لیکن ابن زیاد نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا کہ خدا کی قسم تم اس وقت

تک یہاں سے واپس نہیں جا سکتے جب تک مسلم یہاں نہ آ جائیں ،ہانی نے جواب دیا یہ نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم میں اپنے مہمان اور پناہ گزین کو قتل کے لئے کبھی تمہارے حوالہ نہیں کروں گا، یہ جواب سن کر ابن زیاد بیتاب ہوگیا اور اس زور سے ہانی کو بید مارا کہ ان کی ناک پھٹ گئی اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہیں ایک گھر میں ڈلوا دیا۔[1]

ادھر شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے، یہ افواہ سن کر ہانی کے قبیلہ والے ہزاروں کی تعداد میں قصر امارت پر ٹوٹ پڑے اور انتقام انتقام کا نعرہ لگانے لگے یہ نازک صورت دیکھ کر ابن زیاد بہت گھبرایا اور قاضی شریح سے کہا آپ ہانی کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ہانی کے قبیلہ والوں کو اطمینان دلا دیجئے کہ وہ قتل نہیں کئے گئے ؛چنانچہ قاضی صاحب ہانی کے معائنہ کے لئے گئے ہانی اپنے قبیلہ

۱۔(اخبار الطوال:۲۴۸،۲۵۱)

والوں کا شور و ہنگامہ سن رہے تھے، قاضی کو دیکھ کر کہا یہ آوازیں میرے قبیلہ والوں کی معلوم ہوتی ہیں، انہیں آپ صرف اتنا پیام پہنچا دیجیے کہ اگر اس وقت ان لوگوں میں سے دس آدمی بھی آ جائیں تو میں چھوٹ سکتا ہوں، لیکن قاضی شریح کے ساتھ جاسوس لگا ہوا تھا اس لئے وہ یہ پیام نہ پہنچا سکے اور بنی مذحج کو ہانی کی زندگی کا یقین دلا کر واپس کر دیا۔

اہل کوفہ کی غداری

مسلم بن عقیل نے ہانی کے قتل کی افواہ سنی تو اپنے اٹھارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قصر امارۃ پر حملہ کر کے ابن زیاد کو گھیر لیا، اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے ۳۰ پولیس کے آدمی اور ۲۰ عمائد کوفہ، ان کے علاوہ مدافعت کی کوئی قوت نہ تھی، اس لئے اس نے محل کا پھاٹک بند کرا لیا اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ نکل کر اپنے اپنے قبیلہ والوں کو تہدید و تخویف طمع اور لالچ کے ذریعہ سے جس طرح

بھی ہو سکے مسلم کے ساتھ سے علیحدہ کردو اور عمائد کوفہ کو حکم دیا کہ قصر
کی چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کریں کہ اس وقت جو شخص امیر کی
اطاعت کریگا اس کو انعام واکرام دیا جائے گا جو بغاوت کرے گا
اس کو نہایت سنگین سزا دیجائے گی ،عمائد کوفہ کے اس اعلان پر مسلم
کے بہت سے ساتھی منتشر ہو گئے ،شہر کے لوگ آتے تھے اور اپنے
اعزہ واقربا کو لیجاتے تھے، اس طرح چھنٹتے چھنٹتے مسلم کے ساتھ کل
۳۰ آدمی رہ گئے جب انہوں نے کوفی حامیان حسینؓ کی یہ غداری
دیکھی تو کندہ کے محلہ کی طرف چلے گئے اور یہاں باقی ماندہ تیسوں
آدمیوں نے بھی ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا اور مسلم تن تنہا رہ
گئے، اس کسم پرسی کی حالت میں کوفہ کی گلیوں کی خاک چھانتے اور
ٹھوکریں کھاتے ہوئے ،طوعہ نامی ایک عورت کے دروازے پر
پہنچے، اس عورت کا لڑکا بلال شورش پسندوں کے ساتھ نکل گیا تھا وہ
اس وقت اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

مسلم نے اس کے دروازہ پر پہنچ کر پانی مانگا، اس نے پانی پلایا پانی پلانے کے بعد کہا اب جاؤ اپنا راستہ لو؛ لیکن مسلم جاتے تو اب کہا جاتے ان کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہ گئی تھی، اس لئے وہ سن کر خاموش ہو گئے، عورت نے پھر دو تین مرتبہ کہا تیسری مرتبہ مسلم نے جواب دیا کہ میں اس شہر میں پردیسی ہوں، میرا گھر اور میرے اقربا یہاں نہیں، ایسی حالت میں تم میرے ساتھ کچھ سلوک کر سکتی ہو؟ عورت نے پوچھا کس قسم کا؟ مسلم نے کہا میں مسلم بن عقیل ہوں، کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے، بوڑھی عورت خدا ترس تھی، مسلم کی داستانِ مصیبت سن کر انہیں اپنے مکان میں چھپایا اور ان کی خبر گیری کرتی رہی، اس کے بعد جب اس کا لڑکا واپس آیا اور اس نے ماں کو مکان کے ایک خاص حصہ میں زیادہ آتے جاتے دیکھا تو سبب پوچھا بوڑھی ماں نے پہلے چھپایا؛ لیکن جب بیٹے نے زیادہ اصرار کیا تو رازداری کا وعدہ لیکر بتادیا۔

مسلم کی گرفتاری

جب سے مسلمؓ ہانی کے گھر سے نکلے تھے، اسی وقت سے ابن زیاد ان کی تلاش میں مصروف تھا؛ لیکن پتہ نہ چلتا تھا اس لئے اس نے ایک دن اہل شہر کو مسجد میں جمع کر کے اعلان کیا کہ جاہل اور کمینہ مسلم بن عقیل نے جو فتنہ بپا کیا ہے اس کو تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اس لئے جس شخص کے گھر سے وہ برآمد ہوں گے وہ ماخوذ ہوگا اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام دیا جائے گا، اس اعلان کے بعد حسین بن تمیم کو کوفہ میں عام تلاشی کا حکم دیا، جس عورت کے گھر میں روپوش تھے اس کے لڑکے کو علم ہو چکا تھا ابن زیاد کے اعلان سے وہ گھبرا گیا، اور دوسرے دن صبح کو اس نے عبدالرحمن بن محمد سے تذکرہ کیا کہ مسلم ہمارے گھر میں روپوش ہیں، عبدالرحمن نے قصر امارۃ میں جا کر اپنے باپ کو اطلاع دی، اس نے ابن زیاد سے کہدیا اس طرح مسلم کا پتہ چل گیا، ابن زیاد نے اُسی وقت ستر

آدمیوں کا ایک دستہ مسلمؓ کی گرفتاری کے لئے بھیج دیا، دستہ کی آمد کا شور سن کر مسلم سمجھ گئے؛ لیکن مطلق خوفزدہ نہ ہوئے اور تن تنہا پورے دستہ کا نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں گھر سے باہر کر دیا یہ لوگ پھر ریلا کر کے اندر گھسے، مسلمؓ نے پھر نکال باہر کیا، کہ اتنے میں بکر بن حمران نے مسلمؓ کے چہرہ پر ایسا وار کیا کہ اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے؛ لیکن اس حالت میں بھی مسلم نے اس شخص کو نہایت سخت زخمی کر دیا اس کے زخمی ہوتے ہی باقی ٦٩ آدمی چھت پر چڑھ گئے اور اوپر سے مسلم کے اوپر آگ اور پتھر برسانے لگے، مسلم نے یہ بزدلی دیکھی تو گلی میں نکل آئے اور بڑا پرزور مقابلہ کیا، شامی دستہ کے امیر محمد بن اشعث نے کہا کہ تنہا کب تک مقابلہ کرو گے جان دینے سے کیا فائدہ میں تمہیں امان دیتا ہوں، سپر ڈال دو اور اپنے کو بیکار ہلاک نہ کرو، مسلم نے اس کے جواب میں نہایت بہادرانہ رجز پڑھا، لیکن محمد بن

اشعث نے یقین دلایا کہ تمہارے ساتھ کوئی فریب نہ کیا جائے گا، مقابلہ سے باز آجاؤ، مسلم زخموں سے چور ہوچکے تھے، مزید مقابلہ کی طاقت باقی نہ تھی، اس لئے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، محمد بن اشعث نے پھر امان کی تجدید کی، لیکن عمرو ابن عبید اللہ سلمی نے اسے تسلیم نہ کیا اور مسلم کی سواری کے لئے اونٹ تک مہیا نہ کیا؛ چنانچہ اس خستہ حالت میں ان کو خچر پر سوار کر کے تلوار چھین لی گئی ،تلوار چھننے سے مسلم کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی، اور بادیدہ پرنم کہا یہ پہلا دھوکا ہے، محمد بن اشعث نے پھر اطمینان دلایا، لیکن مسلم بہت مایوس تھے، بولے اب امان کہاں اس کی طرف آس ہی آس ہے، عمرو ابن عبید اللہ نے اشکباری پر طعنہ دیا کہ خلافت کے مدعی کو مصائب سے گھبرا کر رونا نہ چاہیے، مسلم نے کہا میں اپنے لئے نہیں روتا ہوں؛ بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے روتا ہوں جو تمہارے یہاں آرہے ہیں حسینؓ کے لئے روتا ہوں، آل حسینؓ کے لئے روتا

ہوں، پھر محمد بن اشعث سے کہا میرا بچانا تمہارے بس سے باہر ہے، البتہ اگر تم سے ہو سکے تو میرے بعد اتنا کام کرنا کہ حسینؓ کو میری حالت کی خبر کر کے یہ پیام بھجوا دینا کہ وہ اپنے اہل بیت کو لے کر لوٹ جائیں اور کوفہ والوں پر ہرگز ہرگز اعتماد نہ کریں، محمد بن اشعث نے کہا خدا کی قسم جس طرح بھی ہو سکے گا یہ پیام ضرور پہنچاؤں گا، محمد بن اشعث نے یہ وعدہ پورا بھی کیا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

مسلم کو امان دینے کے بعد محمد بن اشعث انہیں قصر امارت میں لایا، اور ابن زیاد سے کہا کہ میں مسلم کو امان دے چکا ہوں، لیکن ابن زیاد نے اسے تسلیم نہیں کیا اور کہا تم کو امان دینے کا اختیار نہ تھا ، میں نے تم کو صرف گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا، اس کی ڈانٹ سُن کر محمد بن اشعث خاموش ہو گئے، مسلم بن عمرو باہلی نے جواب دیا دیکھتے ہو کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن اس میں سے تم کو ایک قطرہ بھی نہیں

مل سکتا، تم کو اس کے عوض آتش دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، اس کے اس کہنے پر مسلم نے پوچھا تم کون ہو؟ ابن عمرو نے جواب دیا میں وہ ہوں جس نے حق کو اس وقت پہچانا جب تم نے اسے کو چھوڑا اور امت مسلمہ اور امام وقت کا خیر خواہ رہا جب تم نے ان کے ساتھ گھاٹ کی اور اس کا مطیع و منقاد رہا، جب تم نے سرکشی کی میں مسلم بن عمرو ہوں مسلم بن عقیل نے یہ جواب سن کر کہا تیری ماں تجھے روئے تو بھی کس قدر سنگ دل، قسی القلب، ظالم اور درشت خو ہے، ہاہلہ کے بچے تو مجھ سے زیادہ کھولتے ہوئے پانی اور دائمی دوزخ کا مستحق ہے۔

ابن زیاد سے گفتگو

مسلم بن عمرو اور مسلم بن عقیلؓ کی اس تلخ گفتگو کے بعد ایک نرم دل نے پانی کا پیالہ لیا، مگر زخموں کی کثرت سے مسلم کا ہر موئے بدن خوننابہ فشاں ہو رہا تھا، اس لئے جیسے ہی گلاس منہ سے لگاتے تھے،

خون سے بھر جاتا اور مسلم اسے ہٹا لیتے، تیسری مرتبہ گلاس لبوں سے لگایا تو دو دانت جو مقابلہ میں اکھڑ گئے تھے اور خفیف سے اٹکے ہوئے تھے، گلاس کی ٹھیس لگتے ہی اس میں رہ گئے، مسلم نے گلاس لبوں سے ہٹا لیا اور کہا خدا کا شکر ہے، پانی پینا قسمت میں ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی غرض اسی طرح تشنہ لب ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے، مسلم نے قاعدہ کے مطابق ابن زیاد کو سلام نہیں کیا، نگران نے ٹوکا امیر کو سلام نہیں کرتے؟ کہا اگر وہ قتل کرنا چاہتے ہیں تو سلام نہیں کروں گا اور اگر قتل کا ارادہ نہیں ہے تو بہت سے سلام لیں گے، ابن زیاد بولا، اپنی عمر کی قسم ضرور قتل کروں گا، مسلم نے کہا واقعی، ابن زیاد نے جواب دیا، ہاں واقعی، مسلم نے کہا اگر قتل ہی کرنا ہے تو پھر اپنے کسی قبیلہ والے سے کچھ وصیت کرنے کی مہلت دو، ابن زیاد نے یہ درخواست قبول کر لی، اس وقت مسلم کے قریبی اعزہ میں عمر بن سعد پاس تھا، مسلم نے اس سے کہا میں تم سے ایک راز کی بات

کہتا ہوں عمر بن سعد نے سننے سے انکار کیا، اس کے انکار پر ابن زیاد نے غیرت دلائی کہ اپنے ابن عم کو مایوس نہ کرنا چاہیے، (یہ طبری کی روایت ہے، دنیوری کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے یہ تمام وصیتیں نہایت خوشی سے سنیں اور ان کے پورا کرنے کا پختہ وعدہ کیا۔) اس کے غیرت دلانے پر عمر بن سعد مسلم کے پاس گیا، انہوں نے وصیت کی کہ میں نے کوفہ میں سات سو درہم قرض لئے تھے، میرے بعد انہیں ادا کرنا، اور میری لاش لے کر دفن کر دینا، حسینؓ آرہے ہوں گے ان کے پاس آدمی بھیج کر راستہ سے واپس کر دینا ابن سعد نے ابن زیاد سے ان وصیتوں کے بارہ میں پوچھا اس نے کہا جو وصیت مال کے متعلق ہے اس کے بارہ میں تم کو پورا اختیار ہے جیسا چاہو کرو، حسینؓ کے بارہ میں میرا طرز عمل یہ ہے کہ اگر وہ یہاں نہ آئیں گے تو میں خواہ مخواہ ان کا تعاقب نہ کراؤں گا اور اگر آ گئے تو چھوڑ بھی نہیں سکتا، البتہ لاش کے بارہ میں تمہاری سفارش نہیں سنی

جا سکتی جس نے ہماری اتنی مخالفت کی ہو اس کی لاش ہرگز اس طرز عمل کی مستحق نہیں ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ لاش کے متعلق بھی اس نے کہا کہ قتل کرنے کے بعد ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔[1]

مسلم اور ابن زیاد

اس وصیت کے بعد مسلم دوباہ پھر ابن زیاد کے سامنے لائے گئے اور ان دونوں میں یہ مکالمہ ہوا:

ابن زیاد: لوگ آپس میں متحد و متفق تھے، تم ان میں تفرقہ اور اختلاف ڈلوانے اور آپس میں لڑانے کے لئے آئے؟

مسلم: یہ خلاف واقعہ ہے، میں ہرگز اس مقصد کے لئے نہیں آیا؛ بلکہ کوفہ والوں کا خیال تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا، ان کا خون بہایا اور اسلامی خلافت کو

۱۔(طبری:۷/۲۶۵،۲۶۶)

چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کا سا طرز عمل اختیار کیا، اس لئے ہم یہاں قیام عدل اور کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دینے کے لئے آئے۔

ابن زیاد: یہ چوٹیں سن کر غضبناک ہو گیا تھا بولا فاسق تیرے منہ پر یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا کیا تو جب مدینہ میں بادہ نوشی کرتا تھا، اس وقت ہم یہاں عدل و کتاب اللہ پر عمل کی دعوت نہیں دیتے تھے؟

مسلم: میں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم وہ خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے اور بغیر علم کے اتہام لگاتا ہے جیسا تو نے بیان کیا میں ویسا نہیں ہوں مجھ سے زیادہ شراب نوشی کا وہ مستحق ہے جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہیں جو خدا کی حرام کی ہوئی جانوں کو لیتا ہے اور بغیر قصاص کے لوگوں کو قتل کرتا ہے، حرام خون بہاتا ہے محض ذاتی عداوت، غصہ اور سوئے ظن پر لوگوں کی جان لیتا ہے اور پھر ان ستم آرائیوں پر اس طرح لہو و لعب میں مشغول ہے گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ابن زیاد: فاسق تیرے نفس نے تجھے ایسی چیز کی تمنا دلائی جس کا خدا نے تجھے اہل نہ سمجھا، اسی لئے تیری آروزو پوری نہ ہونے دی۔

مسلم: پھر اس کا کون اہل تھا؟

ابن زیاد: امیر المومنین یزید!

مسلم: ہر حال میں خدا کا شکر ہے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے کر دے۔

ابن زیاد: معلوم ہوتا ہے تم خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہو؟

مسلم: خیال ہی نہیں؛ بلکہ اس کا یقین ہے۔

ابن زیاد: اگر میں تم کو اس بری طرح قتل نہ کروں کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہ ملے تو خدا مجھے قتل کرے۔

مسلم: بیشک اسلام میں تم کو ایسی نئی مثالوں کے قائم کرنے اور نئی بدعات کے جاری کرنے کا حق ہے جو اس میں نہیں ہیں تم کو خدا کی قسم! تم برے طریقہ سے قتل کرنا، برے طریقہ سے مثل کرنا،

اور خبث سیرت کسی ایک برائی کو بھی نہ چھوڑ و ان برائیوں کا تم سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔

یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیاد بالکل بے قابو ہو گیا اور مسلمؓ، حسینؓ، علیؓ اور عقیلؓ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی، گالیاں برسانے کے بعد مسلمؓ کو پانی پلوا کر جلادوں کو حکم دیا کہ انہیں محل کی بالائی منزل پر لے جا کر قتل کر دو اور قتل کرنے کے بعد ان کا دھڑ نیچے پھینک دو، مسلم نے اس قتل بے گناہی کے خلاف پھر ایک بار احتجاج کیا؛ لیکن کون سننے والا تھا، آخر میں ابن زیاد نے یہ خدمت اس شخص کے سپرد کی جس کو مسلمؓ نے زخمی کیا تھا تا کہ وہ انتقامی جذبہ کے ساتھ انہیں قتل کرے؛ چنانچہ یہ شخص مسلم کو مقتل کی طرف لے چلا، اس وقت مسلمؓ کی زبان پر تکبیر، استغفار اور ملائکہ اور رُسل پر درود وسلام جاری تھا اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدایا میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ کر جنہوں نے ہم کو دھوکا دیا جھٹلایا

اور ذلیل کیا، جلاد نے مقامِ قتل پر لیجا کر گردن ماردی اور سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا، اس دردناک طریقہ پر حضرت حسینؓ کا ایک نہایت قوی بازو ٹوٹ گیا۔[۱]

حضرت حسینؓ کی سفر کوفہ کی تیاریاں اور خیر خواہوں کے مشورے

یاد ہوگا مسلمؓ کو حضرت حسینؓ نے کوفہ کے حالات معلوم کر کے اطلاع دینے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے مسلمؓ جب کوفہ آئے تھے تو یہاں کے باشندوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اور اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت حسینؓ کی خلافت اور ان کی حمایت میں جنگ کرنے پر بیعت کی تھی۔ مسلمؓ نے گرفتاری کے قبل ان ظاہری حالات کو دیکھ کر حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ سارا

۱۔(طبری:۷/ ۲۶۵،۲۶۷)

شہر آپ کا منتظر ہے، فوراً تشریف لائیے۔

حضرت حسینؓ نے یہ خط پا کر سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس وقت آپ کو کوفہ نئے حالات کی کوئی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ تمام اہل مکہ و مدینہ کوفیوں کی غداری اور بے وفائیوں سے واقف تھے۔ حضرت علیؓ اور حسنؓ کے ساتھ ان لوگوں نے جو کچھ کیا تھا وہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس لیے کسی نے بھی حضرت حسینؓ کا کوفہ جانا پسند نہ کیا۔ جب آپ کی تیاریوں کی خبر مشہور ہوئی تو تمام ہوا خواہوں نے آپ کو روکنے کی کوشش کی، اور غالباً سب سے پہلے عمرو بن عبدالرحمنؓ نے آ کر عرض کیا۔

میں نے سنا ہے آپ عراق جا رہے ہیں، اگر یہ صحیح ہے تو آپ ایسے شہر جا رہے ہیں، جہاں دوسرے کی حکومت ہے اور وہاں اس کے امراء و عمال موجود ہیں۔ جن کے قبضہ ہیں بیت المال ہے۔ عوام دنیا و دلت کے بندے ہیں۔ اس لیے مجھے خوف ہے کہ جن لوگوں نے

آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے، وہی آپ سے لڑیں گئے۔ حضرت حسین ؓ نے عمرو بن عبدالرحمن کے ہمدردانہ مشورے کا شکریہ ادا کیا۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس آئے اور پوچھا ابن عم! لوگوں میں یہ خبر گرم ہے کہ تم عراق جا رہے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟ حسین ؓ نے جواب دیا، ہاں۔ انشاءاللہ دو ایک دن میں جاؤں گا۔ ابن عباس ؓ نے کہا میں تم کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، اس راہ سے باز آؤ۔ ہاں اگی عراقیوں نے شامی حاکم کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہو۔ اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہو، تو بخوشی جاؤ۔

لیکن اگر عراقیوں نے تم کو ایسی حالت میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم موجود ہے۔ اس کی حکومت قائم ہے۔ اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو یقین مانو کہ انہوں نے تم کو محض جنگ کے لیے بلایا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ یہ سب تم کو دھوکہ دے جائیں گے، تم کو جھٹلائیں گے، تمہاری مخالفت کریں گے اور تمہیں بے یارو مددگار

چھوڑیں گے، اور جب تمہارے مقابلہ کے لیے بلائے جائیں گے تو تمہارے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے" حضرت حسینؓ نے فرمایا میں استخارہ کروں گا، دیکھوں کیا جواب ملتا ہے۔

ابن عباسؓ کے بعد ابن زبیرؓ آئے۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے کہ عراقی پورے طور پر آپ کی مدد کے لیے آمادہ ہیں، پہلے کوفہ جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن پھر اس خیال سے کہ اس سے حضرت حسینؓ کو کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو۔ یہ صورت پیش کی کہ اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر حصول خلافت کی کوشش کیجیے تو ہم سب بیعت کر کے آپ کی مدد کریں گے اور آپ کے خیر خواہ رہیں گے۔

حضرت حسینؓ نے فرمایا میں نے اپنے والد بزرگوار سے حدیث سنی ہے کہ؛ حرم کا ایک مینڈھا ہے، جس کی وجہ سے اس کی حرمت اٹھ جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں وہ مینڈھا نہ بنوں ۔ اس کے بعد ابن زبیرؓ نے حضرت حسینؓ سے بہت اصرار کیا کہ آپ حرم میں

بیٹھے رہیں، باقی کام میں انجام دوں گا۔ لیکن حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ اگر میں حرم سے ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو وہ مجھے حرم میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے اور کسی طرح حرم میں قیام کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

اس کے دوسرے دن پھر ابن عباسؓ آئے اور کہا ابن عم میرا دل نہیں مانتا، صبر کی صورت بنانا چاہتا ہوں، مگر حقیقۃً صبر نہیں کر سکتا، مجھے اس راستہ میں تمہاری ہلاکت کا خوف ہے، عراقیوں کی قوم فریبی ہے، تم ہرگز ان کے قریب نہ جاؤ، مکہ ہی میں رہو، تم اہل حجاز کے سردار ہو، اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ وہ واقعی تمہیں بلانا چاہتے ہیں تو ان کو لکھو کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو نکال دیں، پھر تم جاؤ، لیکن اگر نہیں رکتے اور یہاں سے جانے ہی پر اصرار ہے تو یمن چلے جاؤ، وہ ایک وسیع ملک ہے وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں تمہارے باپ کے حامی ہیں اور بالکل الگ تھلگ مقام ہے، تم اسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر لوگوں کو

دعوتی خطوط لکھو اور ہر طرف اپنے دعوتی خط بھیجو، مجھ کو امید ہے کہ اس طرح امن و عافیت کے ساتھ تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا، یہ سن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا مجھ کو یقین ہے کہ آپ میرے شفیق ناصح ہیں، لیکن اب تو میں ارادہ کر چکا ہوں، حضرت ابن عباسؓ جب بالکل مایوس ہو چکے تو فرمایا، اچھا اگر جاتے ہی ہو تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ، مجھ کو خطرہ ہے کہ تم بھی عثمانؓ کی طرح اپنے بچوں اور عورتوں کے سامنے نہ قتل کر دیئے جاؤ اور وہ غریب دیکھتے رہ جائیں، لیکن کارکنانِ قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا، اس لیے ابن عباسؓ کی ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اور حضرت حسینؓ کسی بات پر رضامند نہ ہوئے۔ [۱]

پھر ابوبکر بن حارثؓ نے آکر عرض کیا کہ آپ کے والد ماجد صاحب اقتدار تھے ان کی طرف مسلمانوں کا عام رجحان تھا ان کے احکام پر

۱۔(طبری:۷/ ۲۷۲،۲۷۵)

سر جھکاتے تھے، شام کے علاوہ تمام ممالک اسلامیہ ان کے ساتھ تھے، اس اثر واقتدار کے باوجود جب وہ معاویہ کے مقابلہ میں نکلے تو دنیا کی طمع میں لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، تنہا ساتھ ہی چھوڑنے پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور خدا کی مرضی پوری ہو کر رہی ان کے بعد عراقیوں نے آپ کے بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی آپ کی نگاہ کے سامنے ہے، ان تجربات کے بعد بھی آپ اپنے والد کے دشمنوں کے پاس اس امید پر جاتے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے، شامی آپ سے زیادہ مستعد اور مضبوط ہیں، لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب ہے، یاد رکھئے کہ آپ کے پہنچتے ہی شامی کوفیوں کو طمع دلا کر توڑ لیں گے اور یہ سگِ دنیا فوراً ان سے مل جائیں گے اور جن لوگوں کو آپ کی محبت کا دعویٰ ہے اور جنہوں نے مدد کا وعدہ کیا ہے وہی لوگ آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن بن جائیں گے، ابوبکر حارث کا یہ پرزور استدلال بھی حضرت حسینؓ

کے عزم راسخ کو بدل نہ سکا، آپ نے جواب دیا خدا کی مرضی پوری ہو کر رہے گی۔ [۱]

اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے خاص ہوا خواہوں نے روکنا چاہا، لیکن قضائے الٰہی نہیں ٹل سکتی تھی۔

مکہ سے کاروان اہل بیت کی روانگی

غرض ترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کے دن ذی الحجہ (۶۰ ھ) کو کاروان اہل بیت مکہ سے روانہ ہوا، عمرو بن سعید بن عاص اموی حاکم مکہ کے سواروں نے روکنے کی کوشش کی؛ لیکن حضرت حسینؓ زبردستی آگے بڑھتے چلے گئے اور تنعیم پہنچ کر مزید اونٹ کرایہ پر لئے اور بڑھتے ہوئے صفاح پہنچے، یہاں فرزدق شاعر ملا، آپ نے اس سے عراق کے حالات پوچھے، اس نے کہا آپ نے ایک باخبر شخص سے حال پوچھا، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، لیکن

۱۔ (مسعودی: ۳/ ۴۵۷، برحاشیہ نفح الطیب)

تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں، قضائے الٰہی آسمان سے اترتی ہے
خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے آپ نے سنکر فرمایا تم نے سچ کہا: اللہ الا
مر یفعل مایشاء وکل یوم ربنا فی شان، اگر خدا کا حکم ہمارے موافق ہو
تو اس کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار ہوں گے، شکر گزاری میں وہی
مددگار ہے اور اگر خدا کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو بھی ہماری نیت
حق اور تقویٰ ہے، فرزدق سے گفتگو کے بعد قافلہ آگے بڑھا۔ [1]
راستہ میں عبداللہ بن جعفر کا خط ملا کہ میں خدا کا واسطہ دلاتا ہوں،
میرا خط ملتے ہی فوراً لوٹ آیئے، مجھے ڈر ہے کہ جہاں آپ جا رہے
ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلبیت کی بربادی ہے، اگر
خدانخواستہ آپ ہلاک ہوگئے تو دنیا تاریک ہوجائے گی، آپ
ہدایت یابوں کا علم اور مومنوں کا آسرا ہیں، آپ سفر میں جلدی نہ
کیجئے، خط کے بعد ہی میں بھی پہنچتا ہوں، اس خط کے بعد عبداللہ نے

۱۔(ابن اثیر: ۲/ ۳۳)

عمرو بن سعید حاکم مکہ سے کہا کہ وہ اپنی جانب سے بھی ایک خط لکھ کر حسینؓ کو واپس بلالے، عمرو بن سعید نے کہا تم مضمون لکھ دو میں اس پر مہر لگادوں گا؛ چنانچہ عبداللہ نے عمرو کی جانب سے حسب ذیل خط لکھا:

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو اس راستہ سے پھیر دے، جدھر تم جارہے ہو میں نے سنا ہے کہ تم عراق جاتے ہو، میں تم کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ افتراق اور انشقاق سے باز آؤ، اس میں تمہاری ہلاکت ہے میں تمہارے پاس عبداللہ بن جعفر اور اپنے بھائی کو بھیجتا ہوں، تم ان کے ساتھ لوٹ آؤ میں تم کو امان دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ صلہ رحمی اور بھلائی سے پیش آؤں گا تمہاری مدد کروں گا تم میرے جوار میں نہایت اطمینان اور راحت کے ساتھ رہو گے اس تحریر پر خدا وکیل اور شاہد ہے۔

عمرو نے اس تحریر پر اپنی مہر کردی اور عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن

عمرو دونوں اس کو لے کر حضرت حسینؓ کے پاس گئے، حضرت حسینؓ نے اسے پڑھا، اور پڑھ کر فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، اس میں آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے میں اس حکم کو پورا کروں گا، خواہ اس کا نتیجہ میرے موافق نکلے یا مخالف، عبداللہ اور یحییٰ نے پوچھا کیا خواب تھا، فرمایا میں نے اسے نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ مرتے دم تک بیان کروں گا، اس گفتگو کے بعد عمرو بن سعید کے خط کا جواب لکھا کہ جو شخص اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہے، عمل صالح کرتا ہے اور اپنے اسلام کا معترف ہے، وہ خدا اور اس کے رسول سے اختلاف کیونکر کرسکتا ہے، تم نے مجھے امان، بھلائی اور صلہ رحمی کی دعوت دی ہے، پس بہترین امان اللہ تعالی کی امان ہے، جو شخص دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا، خدا قیامت کے دن اس کو امان نہیں دیگا، اس لئے میں دنیا میں خدا کا خوف چاہتا ہوں تا کہ قیامت کے دن اس کی امان کا مستحق

رہوں، اگر خط سے تمہاری نیت واقعی میرے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کی ہے تو خدا تم کو دنیا اور آخرت دونوں میں جزائے خیر دے، والسلام۔ [۱]

ابن زیاد کے انتظامات

ادھر کاروان اہل بیت منزلیں طے کر رہا تھا دوسری طرف اموی حکام ان کے مقابلہ کے لئے اپنے انتظامات کر رہے تھے؛ چنانچہ آپ کی آمد کی خبر سن کر ابن زیاد نے قادسیہ سے لیکر خفان، قطقطانہ اور جبل لعلع تک سواریوں کا تانتا باندھ دیا تھا کہ اہل بیت کے قافلہ کی نقل وحرکت کی خبریں دم بدم ملتی رہیں اور اہل کوفہ اور حضرت حسینؓ میں خط وکتابت اور نامہ وپیام کا سلسلہ قائم نہ رہ سکے، حضرت حسینؓ نے مقام حاجز میں پہنچ کر قیس بن مسہر صیدادی کو اپنی آمد کا اطلاع خط دیکر کوفہ روانہ کیا؛ لیکن اموی حکام نے پہلے سے راستوں کی ناکہ

۱۔(طبری:۷/۲۶۹،۲۸۱)

بندی کر لی تھی، اس لئے قیس قادسیہ میں گرفتار کر لئے گئے اور ابن زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیئے گئے، ابن زیاد نے انہیں یہ گستاخانہ حکم دیا کہ قصر کی چھت پر چڑھ کر کذاب ابن کذاب حسینؓ بن علیؓ کو گالیاں دو، قیس اس حکم پر قصر کے اوپر چڑھ گئے، لیکن ایک فدائی حسینؓ کی زبان اس کی دشنام سے کس طرح آلودہ ہو سکتی تھی؛ چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے وہی فرض ادا کیا جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے، یعنی حضرت حسینؓ کی آمد کی ان الفاظ میں اطلاع دی لوگو میں حسینؓ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر اور بہترین مخلوق کا ہرکارہ ہوں وہ حاجز تک پہنچ چکے ہیں، ان کی مدد تمہارا فرض ہے، یہ کہہ کر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علیؓ کے لئے استغفار کیا، ابن زیاد نے اس عدول حکمی اور اس اہانت پر حکم دیا کہ اس کو بلند مقام سے نیچے گرا کر مار ڈالا جائے، اس حکم کی اسی وقت تعمیل ہوئی اور مسلم کے بعد حضرت حسینؓ

کا دوسرا فدائی ان کی راہ میں نثار ہو گیا۔ (۱)

حسین اور عبداللہ بن مطیع

حسینؓ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع سے ہوئی، جو عراق سے لوٹ رہے تھے، عبداللہ بن مطیع نے پوچھا فدیت بابی وامی یا ابی رسول اللہ آپ خدا اور اپنے جد امجد کے حرم کے باہر کیوں نکلے، فرمایا کوفہ والوں نے بلایا ہے، کہ معالم حق زندہ کیا جائے اور بدعتوں کو مٹایا جائے، عبداللہ نے عرض کیا آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، آپ ہرگز کوفہ کا قصد نہ کیجئے اور آپ وہاں یقیناً شہید کر دیئے جائیں گے، فرمایا جو کچھ خدا نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے ۔۔ (۲)

ایک جانباز کا ایثار

۱۔(ابن اثیر: ۴ / ۳۴)

۲۔(اخبار الطوال: ۲۵۸، ۲۵۹)

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات کے بعد حضرت حسینؓ نے مقام زرود میں منزل کے قریب ہی ایک خیمہ نظر آیا، پوچھا کس کا خیمہ ہے، معلوم ہوا زہیر بن قین کا، وہ حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں، حضرت حسینؓ نے ان کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے ملنے سے انکار کیا، ان کے انکار پر ان کی بیوی نے کہا، سبحان اللہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں اور تم نہیں جاتے، بیوی کے اس کہنے پر وہ چلے گئے اور حضرت حسینؓ سے ملاقات کی، آپ سے ملتے ہی دفعتہ خیالات بدل گئے، اسی وقت اپنا خیمہ اکھڑوا کے حضرت حسینؓ کے خیمہ کے قریب نصب کرایا اور بیوی کو طلاق دے کر کہا تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر لوٹ جاؤ، میں نے جان دینے کی ٹھان لی ہے اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے کہ تم میں سے جو لوگ شہادت کے طلبگار ہوں وہ میرے ساتھ چلیں اور جو لوگ نہ چاہتے ہوں وہ آگے بڑھ جائیں؛ لیکن اس صدائے حق کا کسی نے جواب نہ دیا اور

سبھوں نے کوفہ کا راستہ لیا اور زہیر حضرت حسینؓ کے ساتھ زرود سے آگے بڑھے۔ (۱)

مسلم کے قتل کی خبر ملنا

ابھی تک حضرت حسینؓ مسلم بن عقیل کے قتل سے بالکل بے خبر تھے مقام ثعلبیہ میں ایک اسدی سے جو کوفہ سے آرہا تھا مسلمؓ اور ہانیؓ کے قتل کا حال معلوم ہوا، یہ وحشت ناک خبر سن کر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اس اطلاع کے بعد ہوا خواہوں نے ایک مرتبہ پھر سمجھایا اور قسمیں دلا دلا کر اصرار کیا کہ آپ یہیں سے لوٹ چلئے کوفہ میں آپ کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے، یہ سب آپ کے دشمن ہوجائیں گے؛ لیکن مسلمؓ کے بھائی بضد ہوئے کہ خدا کی قسم جب تک ہم اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیں گے یا قتل نہ ہوجائیں گے اس وقت تک نہیں لوٹ سکتے، حضرت حسینؓ نے فرمایا جب یہ لوگ نہ ہوں

۱۔(اخبار الطوال:۲۵۹)

گے تو پھر ہماری زندگی کس کام کی غرض یہاں سے بھی قافلہ آگے بڑھا۔

عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر

حضرت حسینؓ جن جن چشموں سے گزرتے تھے لوگ جوق در جوق ساتھ ہوتے جاتے تھے رزبار پہنچ کر عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی، عبداللہ کو آپ نے راستہ سے مسلمؓ کے پاس خط دیکر بھیجا تھا، لیکن راستہ ہی میں حصین ابن نمیر کے سواروں نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجوا دیا، اس نے قیس بن مسہر کی طرح انہیں بھی حضرت حسینؓ پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا؛ لیکن اس فدائی نے بھی وہی نمونہ پیش کیا جو اس کے پیشرو پیش کر چکے تھے، انہوں نے کہا لوگو! فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لڑکے حسینؓ آرہے ہیں تم لوگ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کے مقابلہ میں ان کی مدد کرو، ابن زیاد نے انہیں بھی قصر امارت کی بلندی سے گروادیا جسم کی ساری

ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور اس دردناک طریقہ سے حسینؓ کے ایک اور فدائی کا خاتمہ ہو گیا۔ (۱)

یاد ہو گا کہ مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث اور عمر بن سعد سے وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد حضرت حسینؓ کو اہل کوفہ کی بیوفائی کی اطلاع دیکر انہیں یہاں آنے سے روک دیں ان دونوں نے یہ وصیت پوری کی اور حضرت حسینؓ کے پاس آدمی بھیجے لیکن عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملنے کے بعد ان دونوں کے قاصد پہنچے جب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ (۲)

پہلی تقریر

حضرت حسینؓ کو جب مسلسل یہ دل شکن خبریں ملیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ مسلم بن عقیلؓ، ہانی بن عروہ

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۳۶)
۲۔(طبری: ۷/ ۲۹۴)

اور عبداللہ بن بقطرؓ کے قتل کی دردناک خبریں موصول ہوچکی ہیں ، ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، اس لئے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے، ہماری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں ، یہ تقریر سن کر عوام کا ہجوم چھٹنے لگا اور صرف جان نثار باقی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔ [۱]

زبالہ سے بڑھ کر بطن عقبہ میں قافلہ اترا یہاں ایک شخص ملا، اس نے نہایت لجاجت کے ساتھ کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں آپ لوٹ جایئے خدا کی قسم آپ نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار کے مقابلہ میں جارہے ہیں، جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر انہوں نے آپ کے لئے راستہ صاف کردیا ہوتا اور ان کے جنگ میں کام آنے کی توقع ہوتی تو یقیناً آپ جاسکتے تھے،لیکن موجودہ حالات میں کسی طرح جانا مناسب نہیں، فرمایا جو تم کہتے ہو میں بھی

۱۔(طبری:۷/۲۹۵)

جانتا ہوں، لیکن خدا کے حکم کے خلاف نہیں کیا جا سکتا۔ [۱]

محرم ۶۱ ھ کے خونی سال کا آغاز

بطن عقبہ کے بعد قافلہ شراف میں اترا یہاں سواریوں کو پانی وغیرہ پلا کر ذی حشمہ کی طرف مڑ کر پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوا، اب محرم ۶۰ ھ کا خون آشام سال شروع ہو چکا تھا، ذی حشمہ میں حر بن یزید تمیمی جو حکومت شام کی جانب سے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر کر کوفہ لانے کے لئے بھیجا گیا تھا، ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا اور حضرت حسینؓ کے قافلہ کے سامنے قیام کیا، ظہر کے وقت حضرت حسینؓ نے اذان کا حکم دیا اور اقامت کے وقت نکل کر حر کے دستہ کے سامنے حمد وثنا کے بعد حسب ذیل تقریر کی،

لوگو! میں خدا اور تم لوگوں سے عذر خواہ ہوں، میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا، ؛ بلکہ میرے پاس اس مضمون کے تمہارے خطوط

۱۔(طبری:۷/۲۹۵)

اور تمہارے قاصد آئے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ آیئے شاید خدا آپ کے ذریعہ ہمیں سیدھے راستہ پر لگادے، اب میں آگیا ہوں، اگر تم لوگ عہد و میثاق کر کے مجھے پورا اطمینان دلا دو تو میں تمہارے شہر چلوں اور اگر ایسا نہیں کرتے اور ہمارا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں۔

یہ تقریر سن کر سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ نے اقامت کا حکم دیا اور حر سے پوچھا میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا علیحدہ؟ حر نے کہا نہیں آپ کے ساتھ ہی پڑھوں گا حر کی یہ اقتداء فی الصلوٰۃ ان کے لئے پہلی فال نیک تھی؛ چنانچہ اس نے امام حسینؓ کے پیچھے نماز پڑھی، نماز کے بعد حضرت حسینؓ اپنے خیمہ میں چلے آئے اور حر اپنے فرودگاہ پر لوٹ گیا۔

اس کے بعد عصر کے وقت حضرت حسینؓ نے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا اور کوچ سے پہلے نماز باجماعت ادا کی، نماز کے بعد حسب ذیل

تقریر کی:

لوگو! اگر تم لوگ خدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی رضا مندی کا موجب ہوگا، ہم اہل بیت خلافت کے ان عہدیداروں کے مقابلہ میں جنہیں اس کا کوئی استحقاق نہیں اور جو تم پر ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں خلافت کے حقیقی مستحق ہیں، اگر اب تم کو ہمارا آنا ناگوار ہے اور تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے اس سے مختلف تھی جو تمہارے خطوط اور تمہارے قاصدوں سے معلوم ہوئی تھی تو میں لوٹ جاؤں۔ (١)

حضرت حسینؓ اور حر میں تند گفتگو

اس تقریر پر حر نے پوچھا، قاصد اور خطوط کیسے؟ حر کے اس استعجاب پر حضرت حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے منگا کر ان کے سامنے انڈلوا دیئے، ان خطوط کو دیکھ کر حر نے کہا، ہم

١۔ (طبری: ٧/ ٢٩٧، ٢٩٨)

لوگوں کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں جنہوں نے یہ خطوط لکھے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ آپ سے جس جگہ ملاقات ہوجائے اس جگہ سے آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور آپ کو ساتھ لیجا کر ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچادیں، حضرت حسینؓ نے فرمایا تمہاری موت اس سے زیادہ قریب ہے یہ کہہ کر کاروان اہل بیت کو لوٹانا چاہا؛ لیکن حر نے مزاحمت کی ،حضرت حسینؓ نے فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے تو کیا چاہتا ہے، حر نے کہا آپ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا عرب یہ کلمہ زبان سے نکالتا تو میں بھی برابر کا جواب دے لیتا؛ لیکن خدا کی قسم میں آپ کی ماں کا نام عزت ہی کے ساتھ لوں گا، امام حسینؓ نے فرمایا، آخر چاہتے کیا ہو؟ حر نے کہا صرف اس قدر کہ آپ میرے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے چلیے،فرمایا میں تمہارا کہنا نہیں مان سکتا،حر نے کہا تو پھر میں آپ کو چھوڑ بھی نہیں سکتا، اس ردوقدح میں دونوں میں تلخ وتند گفتگو ہوگئی ،حر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم

نہیں ہے، صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں ملیں آپ کو لیجا کر کوفہ پہنچادوں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ واپس کرے، اس درمیان میں میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ یزید کو لکھئے، شاید خدا عافیت کی کوئی صورت پیدا کردے اور میں آپ کے معاملہ میں آزمائش سے بچ جاؤں، حر کے اس مشورہ پر حضرت حسینؓ عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹ کے چلنے لگے، حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ (۱)

خطبہ

آگے بڑھ کر مقام بیضہ میں آپ نے پھر ایک پر جوش خطبہ دیا کہ:

لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے ظالم محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد توڑنے والے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۴۰)

کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس کو قولاً اور عملاً غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کرے، لوگو! خبردار ہو جاؤ! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی ہے اور رحمن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ملک میں فساد پھیلایا ہے، حدود الٰہی کو بیکار کر دیا ہے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے، اس لئے مجھ کو غیرت آنے کا زیادہ حق ہے میرے پاس تمہارے خطوط آئے، تمہارے قاصد آئے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے پس اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست کو پہنچو گے، میں علیؓ اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں، میری جان تمہاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اہل کے برابر ہیں، میری ذات تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد توڑ کر میری بیعت کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالو گے تو یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ

ہوگا، تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو، وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے فریب میں آ گیا، تم نے اپنے فعل سے اپنا حصہ ضائع کر دیا، جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ گویا اپنی ذات سے عہد توڑتا ہے، عنقریب خدا مجھ کو تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[1]

یہ تقریر سن کر حر نے کہا کہ میں آپ کو خدا کو یاد دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے حضرت حسینؓ نے فرمایا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو کیا تمہاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ تم مجھے قتل کر دو گے میں نہیں سمجھتا تمہارے اس کہنے پر تم کو اس کے سوا اور کیا جواب دوں جو اوسی کے چچازاد بھائی نے اوسی کو اس وقت دیا تھا، جب اوسی نے انہیں قتل

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۴۰،۴۱)

ہونے سے ڈرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دینے سے روکا تھا کہ تم رسول اللہ کی امداد کے لئے نکلو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے اس پر انہوں نے یہ جواب دیا۔

سامضیٰ وما بالموت عار علی الفتی اذا ما نوی خیرا رجاھد مسلما

میں عنقریب روانہ ہوتا ہوں اور موت جوانمرد کے لئے عار نہیں ہے جب کہ اس کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی طرح جہاد کرے۔

حر نے یہ جواب سنا تو الگ ہٹ کے چلنے لگا۔

قیس بن مسہر کا قتل

عذیب الہجانات پہنچ کر حضرت حسینؓ کو چار انصار ملے، جو طرماح بن عدی کی رہنمائی میں کوفہ کی خبریں لئے ہوئے آرہے تھے حر نے کہا یہ لوگ کوفہ کے باشندے ہیں اس لئے انہیں روک لوں گا یا لوٹا دوں گا، حضرت حسینؓ نے فرمایا یہ میرے انصار ہیں اور ان لوگوں کے برابر ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں، اس لئے اپنی ذات

کی طرح ان کی حفاظت بھی کروں گا اور اگر تم اپنے عہد و پیمان پر قائم نہ رہے تو جنگ کروں گا، یہ عزم سن کر حر رک گیا اور حضرت حسینؓ نے کوفیوں سے پوچھا کہ اہل کوفہ کا کیا حال ہے؟ مجمع بن عدی نے کہا، اشراف کوفہ کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں، ان کی ہتھیلیاں روپیوں سے بھر دی گئی ہیں، اس لئے وہ سب آپ کے خلاف متحد اور مشتعل ہو رہے ہیں، البتہ عوام کے دل آپ کی طرف مائل ہیں، لیکن کل ان کی تلواریں بھی آپ کے خلاف کھنچی ہوں گی ، یہ حال سن کر آپ نے قاصد قیس بن مسہر کا حال پوچھا، معلوم ہوا قتل کر دیئے گئے، قیس کے قتل کی خبر سن کر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور آپ کے رخسار مبارک پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں اور زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

فَمِنۡهُمۡ مَنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَنۡ يَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا

تَبۡدِیۡلًا ۔ [۱]

مسلمانوں میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی منت پوری کی (یعنی شہید ہوئے) اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی ردو بدل نہ کیا۔

پھر قیس کیلئے دعا فرمائی کہ خدایا ہم کو اور ان لوگوں کو جنت عطا فرما اور اپنے رحمت کے مستقر میں ہمارے اور ان کیلئے اپنے لئے اپنے ذخیرہ ثواب کا بہترین حصہ جمع فرما۔ [۲]

طرماح بن عدی کا اپنے وطن چلنے کی دعوت دینا

حضرت حسینؓ کا یہ تاثر دیکھ کر طرماح بن عدی نے کہا، آپ کے ساتھ کوئی بڑی جماعت بھی نہیں ہے، اتنے آدمیوں کے لئے تو یہی

۱۔(الاحزاب:۲۳)

۲۔(ابن اثیر:۴/۴۱)

لوگ کافی ہیں جو آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں (حر کا دستہ)
میں نے کوفہ سے روانگی کے وقت وہاں انسانوں کا اتنا بڑا ہجوم دیکھا
کہ اس سے پہلے ایک میدان میں کبھی نہ دیکھا تھا اور یہ انبوہ عظیم
آپ کے مقابلہ میں بھیجنے کے لئے جمع کیا گیا تھا، اس لئے میں آپ
کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ اگر آپ کے امکان میں ہو تو اب آپ
ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیے اگر آپ ایسے مقام پر جانا چاہتے
ہیں، جہاں کے لوگ اس وقت تک آپ کی حفاظت کریں، جب
تک آپ کی کوئی صحیح رائے قائم نہ ہو جائے اور جو کچھ آپ کرنا
چاہتے ہیں اس کے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ کر لیں تو ہمارے ساتھ
چل کر ہمارے پہاڑ کے دامن میں قیام کیجئے، خدا کی قسم یہ پہاڑ ایسا
ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم نے سلاطین غسان وحمیر، نعمان بن
منذر اور تمام ابیض واحمر کو روکا ہے خدا کی قسم جو ہمارے یہاں آیا
کبھی ذلیل نہیں ہوا، چلئے میں آپ کو ساتھ لے چل کر وہاں ٹھہراتا

ہوں، وہاں سے آپ باجہ وسلمی قبائل طے کو بلا بھیجئے وہ دس دن کے اندر اندر پیادوں اور سواروں کا ہجوم کر دیں گے، پھر جب تک آپ کا دل چاہے قیام کیجئے، اگر وہاں کوئی ہنگامی حادثہ پیش آیا تو بیس ہزار طائی آپ کی مدد کریں گے جو آپ کے سامنے اپنی تلواروں کے جوہر دکھائیں گے اور کوئی شخص آپ کے قریب نہ پہنچنے پائے گا حضرت حسینؓ نے ان کی دعوت کے جواب میں ان کا شکریہ ادا کیا کہ خدا تم کو اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے ہم میں اور ان لوگوں میں عہد ہو چکا ہے، اس عہد کی رو سے اب ہم نہیں لوٹ سکتے ہم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے اور ان کے معاملات کیا صورت اختیار کریں گے، یہ جواب سن کر طرماح دوبارہ امداد کے لئے آنے کا وعدہ کر کے بال بچوں سے ملنے کے لئے گھر چلے گئے اور حسب وعدہ واپس بھی ہوئے مگر حضرت حسینؓ کی شہادت اس قدر جلد

ہوگئی کہ طرماں کو آتے ہوئے راستہ میں اس کی خبر ملی۔ (۱)

قصر بنی مقاتل کی منزل اور خواب

عذیب الہجانات سے بڑھ کر قصر بنی مقاتل میں قافلہ اترا یہاں ایک خیمہ نصب تھا، حضرت حسینؓ نے پوچھا کس کا خیمہ ہے، معلوم ہوا عبیداللہ ابن حر جعفی! فرمایا، انہیں بلا لاؤ، انہوں نے انا للہ وانا لیہ راجعون پڑھ کر جواب دیا، میں صرف اسی لئے کوفہ سے چلا آیا تھا کہ اپنی موجودگی میں وہاں حسینؓ کا آنا پسند نہ کرتا تھا، اس لئے اب میں ان کا سامنا کرنا نہیں چاہتا، آدمی نے آکر حضرت حسینؓ کو یہ جواب سنادیا اسے سن کر حضرت حسینؓ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی مدد کے لئے کہا، لیکن عبیداللہ نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو پہلے آدمی کو دے چکے تھے، حضرت حسینؓ نے فرمایا اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم خدا کا خوف کر کے مجھ سے

۱۔(ابن اثیر:۴/ ۴۱، ۴۲)

لڑنے والے زمرہ میں تو شامل نہ ہو، عبید اللہ نے کہا انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا، اس کے بعد حضرت حسینؓ اپنی فرودگاہ پر لوٹ آئے، تھوڑی رات گئے آنکھ لگ گئی تھی کہ پھر آپ انا اللہ وانا الیہ راجعون اور الحمد اللہ رب العالمین پڑھتے ہوئے بیدار ہو گئے، آپ کے صاحبزادہ زین العابدینؓ نے پوچھا، ابا آپ نے الحمد اللہ وانا اللہ کیوں پڑھا؟ فرمایا میری آنکھ لگ گئی تھی کہ میں نے خواب میں ایک سوار دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ قوم جا رہی ہے اور موت اس کی طرف بڑھ رہی ہے، یہ خواب ہماری موت کی خبر ہے، شیر دل صاحبزادے نے جواب دیا، ابا خدا آپ کو برے وقت سے بچائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا خدا میری جانب سے تم کو اس کی جزائے خیر دے اس خواب کی صبح کو یہاں سے کوچ کا حکم دیا۔

حر کے نام ابن زیاد کا فرمان

قصر بنی مقاتل سے چل کر قافلہ نینوا میں اترا، حر ساتھ تھا، یہاں

اس کو ابن زیاد کا فرمان ملا کہ میرے خط کے دیکھتے ہی حسینؓ کو گھیر کر ایسے چٹیل میدان میں لاکر اتارو جہاں کوئی قلعہ اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو، حر نے یہ فرمان حضرت حسینؓ کو سنا دیا اور انہیں اسی قسم کے میدان کی طرف لیجانا چاہا، حسینی لشکر والوں نے کہا ہم کو چھوڑ دو، ہم اپنی مرضی سے نینویٰ، غاضریہ یا شقیقہ میں خیمہ زن ہوں گے، حر نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ ہمارے ساتھ جاسوس لگا ہوا ہے ،اس پر زہیر بن قین نے کہا، یا ابن رسول اللہ آئندہ جو وقت آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا، ابھی لڑنا آسان ہے اس دستہ کے بعد جو فوجیں آئیں گی ان کا مقابلہ ہم نہ کر سکیں گے؛ لیکن خیر خواہ امت نے جواب دیا میں اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کروں گا، زہیر نے کہا اچھا کم از کم اتنا کیجئے کہ سامنے والے قریہ میں منزل کیجئے وہاں فرات کا ساحل ہے، گاؤں بھی مضبوط و مستحکم ہے اگر یہ لوگ وہاں جانے سے مزاحم ہوں گے تو ہم ان کا مقابلہ کرلیں گے

؛ کیوں کہ ان سے لڑنا بعد کے آنے والوں کے مقابلہ میں آسان ہے، حضرت حسینؓ نے گاؤں کا نام پوچھا؟ معلوم ہوا، عقر، خدایا میں تجھ سے اور عقر (ذبح کرنا) سے پناہ مانگتا ہوں غرض پنجشنبہ ۲ محرم ۶۱ھ کو نینویٰ کے میدان کرب وبلا میں قافلہ خیمہ زن ہوا۔[۱]

عمر بن سعد کے سامنے رے کے حکومت کا پیش کیا جانا

ادھر اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غریب الوطن قافلہ نینویٰ کے میدان میں پڑا تھا، دوسری طرف کوفہ میں ان چند نفوس کے لئے بڑی زبردست تیاریاں ہورہی تھیں، اسی زمانہ میں دیلمیوں نے دستبی پر حملہ کر کے قبضہ کرلیا تھا، اس لئے عمر بن سعد رے کا حاکم بنا کر دیالمہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا تھا اور وہ فوجیں لیکر حرام اعین تک پہنچ گیا

۱۔(ابن اثیر: ۲/ ۴۳، ۴۴)

تھا کہ اسی دوران حضرت حسینؓ کے مقابلہ کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آئی جو ان کا مقابلہ کر سکے، ابن زیاد نے اس کام کے لئے ابن سعد کو بلا بھیجا اور کہا حسینؓ کا مقابلہ سب سے مقدم ہے، پہلے ان سے نپٹ لو پھر عہدہ پر واپس جانا، عمر بن سعد نے کہا خدا امیر پر رحم کرے مجھ کو اس خدمت سے معاف رکھا جائے، ابن زیاد نے کہا اگر تم کو اس سے عذر ہے تو رے کی حکومت نہ ملے گی، اس دھمکی پر ابن سعد نے اس مسئلہ پر غور کرنے کی مہلت مانگی، ابن زیاد نے مہلت دی اور ابن سعد نے اپنے ہوا خواہوں سے اس بارہ میں مشورہ لینا شروع کیا، ظاہر ہے کہ حسینؓ کے خون کا بار اٹھانے کی تائید کون کر سکتا تھا؛ چنانچہ سب نے اس کی مخالفت کی ان کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے آ کر کہا، ماموں! میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ حسینؓ کے مقابلہ میں جا کر خدا کا گناہ اپنے سر نہ لیجئے، اور قطع رحم نہ کیجئے، (عمر کے والد حضرت سعد

بن وقاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ کے ماموں تھے اس لحاظ سے عمر حضرت حسینؓ کا عزیز تھا) خدا کی قسم اگر آپ کی دنیا آپ کا مال آپ کی حکومت سب ہاتھوں سے نکل جائے تو وہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ خدا سے ملئے اور آپ کے ہاتھ حسینؓ کے خون بے گناہی سے آلودہ ہوں، ابن سعد نے کہا انشاءاللہ تمہارے مشورہ پر عمل کروں گا۔

عمار بن عبداللہ بن یسار اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابن سعد کو حسینؓ کے مقابلہ کے لئے جانے کا حکم ملنے کے بعد میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ امیر نے مجھے حسینؓ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا تھا، مگر میں نے انکار کر دیا، عبداللہ نے کہا خدا تم کو نیک ہدایت دے، تم کبھی ایسا نہ کرنا اور ہرگز نہ جانا، یہ کہہ کر عبداللہ چلے آئے، اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ابن سعد جانے کی تیاریاں کر رہا ہے تو یہ دوبارہ گئے مگر

اس مرتبہ ابن سعد نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا، عبداللہ اس کا عندیہ سمجھ کر واپس چلے آئے، اس فیصلہ کے بعد ابن سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا کہ آپ نے یہ خدمت میرے سپرد کی ہے، اور حکومت کا فرمان بھی لکھ چکے ہیں، اس لئے اس کا انتظام بھی کر دیجئے اور حسینؓ کے مقابلہ میں میرے ساتھ کوفہ کے فلاں فلاں اشراف کو بھیجئے، ابن زیاد نے کہا تم کو مجھے اشراف کوفہ کے نام بتانے کی ضرورت نہیں میں اپنے ارادہ میں تمہارے احکام کا پابند نہیں ہوسکتا کہ تمہاری رائے سے فوج کا انتخاب کروں اگر تم کو جانا ہے تو میری فوج کے ساتھ جاؤ ورنہ حکومت کا فرمان واپس کر دو، جب ابن سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد اس کا یہ کہنا بھی نہیں مانتا تو چاروناچار اسی فوج کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوگیا۔ [۱]

عمر بن سعد کی آمد

۱۔(طبری:۷/ ۳۰۸،۳۰۹)

غرض تیسری محرم ۶۱ھ کو چار ہزار فوج کے ساتھ ابن سعد نینویٰ پہنچا اور عزرہ بن قیس احمسی کو حضرت حسینؓ کے پاس ان کے آنے کا سبب پوچھنے کیلئے بھیجنا چاہا کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں، لیکن عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو بلانے کے خطوط لکھے تھے اس لئے اب اس کو یہ پوچھنے کے لئے جاتے ہوئے غیرت معلوم ہوئی اس لئے انکار کر دیا، اس کے انکار پر دوسرے لوگوں کے سامنے یہ خدمت پیش کی گئی، لیکن مشکل یہ تھی کہ جس کا نام لیا جاتا تھا وہ حضرت حسینؓ کے بلانے والوں میں نکلتا تھا، اس لئے کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا، آخر میں ایک جری شخص کثیر بن عبداللہ شعبی نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جاؤں گا اگر ان کے ساتھ کچھ اور مقصد ہو تو وہ بھی پورا کرنے کو تیار ہوں، ابن سعد نے کہا میں اور کچھ نہیں چاہتا، ان سے جا کر صرف اتنا پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں؟ چنانچہ کثیر یہ پیام لیکر گیا، ابو ثمامہ صائدی نے

حضرت حسینؓ کو اطلاع دی کہ ابو عبداللہ آپ کے پاس روئے زمین کا شریر ترین اور خونریز ترین شخص آرہا ہے، پھر کثیر بن عبداللہ سے کہا کہ تلوار علیحدہ رکھ کر حسینؓ سے ملاقات کرو، کثیر نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا، میں قاصد ہوں، پیام لایا ہوں، اگر تم سننا چاہو تو پیام پہنچادوں گا، ورنہ واپس چلا جاؤں گا، ابو ثمامہ نے کہا اچھا اگر تلوار نہیں رکھتے تو میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا، تم حسینؓ کے ساتھ گفتگو کرلینا، کثیر نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا تم قبضہ بھی نہیں چھو سکتے، ابو ثمامہ نے کہا اچھا تم مجھے پیام بتادو میں جا کر حسینؓ کو پہنچادوں گا، کثیر اس پر بھی آمادہ نہ ہوا اور بلا پیام پہنچائے ہوئے لوٹ گیا اس کی واپسی کے بعد ابن سعد نے قرہ بن سعد حنظلی کو بھیجا یہ سنجیدہ اور سلجھے ہوئے آدمی تھے، انہوں نے جا کر سلام کے بعد ابن سعد کا پیام پہنچایا، حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ تمہارے شہر والوں نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے،

اب اگر تم لوگ میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں لوٹ جاؤں، قرہ نے جا کر ابن سعد کو یہ جواب سنا دیا، جواب سن کر اس نے اطمینان کی سانس لی اور کہا امید ہے کہ اب خدا مجھ کو حسینؓ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچالے گا اور اپنا سوال اور حسینؓ کا جواب لکھ کر بھیج دیا، لیکن کاتب ازل اس کا نامہ اعمال سیاہ کر چکا تھا، اس لئے ابن سعد کی اس مصالحانہ تحریر کے بعد بھی اس نے صلح و مسالمت کی روش اختیار نہ کی اور ابن سعد کو جواب لکھا کہ تمہارا خط ملا، تم نے جو کچھ لکھا میں سمجھا تم حسینؓ اور ان کے کل ساتھیوں سے یزید کی بیعت لے لو جب وہ بیعت کر لیں گے اس وقت پھر دیکھا جائے گا، ابن سعد کو یہ تحریر ملی تو بولا، معلوم ہوتا ہے ابن زیاد امن عافیت نہیں چاہتا۔

پانی کی بندش

اس کے بعد ہی دوسرا حکم پہنچا کہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو، جس طرح تقی زکی اور مظلوم امیر المومنین عثمانؓ کے ساتھ کیا

گیا تھا اور ان سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو، بیعت کے بعد پھر میں ان کے بارہ میں غور کروں گا، اس حکم پر ابن سعد نے پانچ سو سواروں کا ایک دستہ فرات پر پانی روکنے کے لئے متعین کر دیا، اس دستہ نے ساتویں محرم سے پانی روک دیا، عبداللہ ابن ابی حصین شامی نے امام حسینؓ سے مخاطب ہو کر کہا حسینؓ پانی دیکھتے ہو کیسا آسمان کے جگر جیسا جھلک رہا ہے؛ لیکن خدا کی قسم تم کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا، تم اسی طرح پیاسے مرو گے، آپ نے فرمایا خدایا، اس کو پیاسا مار اور اس کی کبھی مغفرت نہ فرما۔ (۱)

جب حسینی لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا تو حضرت حسینؓ نے اپنے سوتیلے بھائی عباسؓ بن علیؓ کو ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل کے ساتھ پانی لینے کو بھیجا، یہ چشمے پر پہنچے تو عمرو بن حجاج مزاحم ہوا، لیکن عباسؓ نے مقابلہ کر کے ہٹا دیا اور پیادوں نے ریلا کر کے مشکیں بھر لیں اور عباسؓ

۱۔ (طبری ایضاً: ۳۱۲)

نے انہیں کھڑے کھڑے لشکر میں بھجوا دیا۔

حضرت حسینؓ اور عمر بن سعد

اس کے بعد حضرت حسینؓ نے ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ میں رات کو کسی وقت اپنے اور تمہارے لشکر کے درمیان تم سے ملنا چاہتا ہوں، آپ کی اس خواہش پر ابن سعد بیس آدمیوں کو لیکر موجودہ مقام پر ملنے کیلئے آیا حضرت حسینؓ کے ساتھ بھی بیس آدمی آئے تھے، لیکن آپ نے انہیں علیحدہ کردیا، آپ کی تقلید میں ابن سعد نے بھی اپنے آدمی ہٹا دیئے اور دونوں میں رات کی تنہائی میں بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی یہ گفتگو کیا تھی اس کا صحیح علم کسی کو نہیں، لوگوں نے مختلف قیاسات لگائے ہیں بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت حسینؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی اپنی فوجیں یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس چلے چلیں ابن سعد نے کہا میرا گھر گرا دیا جائے گا فرمایا میں بنوادوں گا، ابن سعد نے کہا میری جائداد ضبط کر لی جائے

گی، فرمایا میں اس سے بہتر جائداد دونگا، لیکن ابن سعد کسی قیمت پر ساتھ جانے کے لئے آمادہ نہ ہوا، دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں جہاں سے آیا ہوں واپس جانے دو، یا یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے دو، پھر اس کے بعد وہ خود کوئی فیصلہ کریگا، یا کسی سرحدی مقام پر بھیج دو۔ (۱)

پہلی روایت تو خیر قابل قیاس ہے، اس لئے صحیح سمجھی جاسکتی ہے، لیکن دوسری روایت راویۃ اور درایۃ دونوں حیثیتوں سے کمزور ہے اور نا قابل اعتبار ہے، اس کی روایتی حیثیت یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی مجالد بن سعید محدثین کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، حافظ ذہبی اور ابن حجر دونوں نے اس پر جرح کی ہے۔ (۲)

اس کے علاوہ عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر حضرت حسینؓ کے ساتھ رہا اور شہادت تک ان

۱۔(طبری:۱۲، ۳۱۴،۳)

۲۔(میزان الاعتدال:۳/۸، تہذیب التہذیب:۱/۳۹)

سے جدا نہ رہا، مگر آپ نے مدینہ میں مکہ میں راستہ میں عراق میں لشکر گاہ میں غرض شہادت تک کہیں بھی کسی گفتگو میں کوئی ایسا خیال ظاہر نہیں فرمایا، جس سے ظاہر ہوتا کہ آپ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے یا کسی سرحدی مقام پر نکل جانے کے لئے آمادہ تھے، آپ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو، خدا کی زمین بہت وسیع ہے کہیں چلا جاؤنگا جب تک لوگ کوئی فیصلہ نہ کرلیں۔

درایتی حیثیت یہ ہے کہ ابن زیاد کا تو یہی حکم تھا کہ اگر حسینؓ بیعت کرلیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور ابن سعد بھی دل سے یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح جنگ کی نوبت نہ آنے پائے؛ چنانچہ اس نے اسے ٹالنے کی پوری کوشش کی تھی اور ابن زیاد کو لکھا تھا کہ حسینؓ واپس جانے پر آمادہ ہیں، لیکن ابن زیاد نے جواب دیا تھا کہ اب وہ بغیر بیعت کے واپس نہیں جاسکتے بیعت کے بعد پھر دیکھا جائے گا یہ جواب سن کر ابن سعد نے کہا تھا یہ امن و عافیت نہیں چاہتا، اس

لئے حضرت حسینؓ کے بیعت پر آمادہ ہو جانے کے بعد ابن سعد کا اس کو نا منظور کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ابن زیاد کا تہدیدی فرمان

ابن سعد گو دنیاوی جاہ و حشم کی طمع میں حضرت حسینؓ سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا پھر بھی متعدد وجوہ سے اس کا دل اب تک برابر ملامت کر رہا تھا، حضرت حسینؓ کی ذات گرامی وہ تھی کہ قرابت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے غیر متعلق اور بیگانہ اشخاص بھی مشکل سے آپ کے ساتھ کسی بدسلوکی کی جرأت کر سکتے تھے اور ابن سعد تو آپ کا عزیز بھی تھا اس لئے نینویٰ آنے کے بعد بھی وہ برابر جنگ ٹالتا رہا کہ شاید اس طرح اس گناہ عظیم سے بچنے کی کوئی صورت نکل آئے، ابن زیاد نے اس ڈھیل کو محسوس کیا تو آخر میں نہایت سخت فرمان بھیجا کہ میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ڈھیل دیتے رہو، دن بڑھاتے چلے جاؤ اور حسینؓ کے سفارشی بن کر ان کی بقا اور

ان کی سلامتی کی تمنا کرو، تم حسینؓ اوران کے ساتھیوں سے میرا حکم ماننے کے لئے کہو اگر مان جائیں تو سب کو ہمارے پاس بھیج دو، ورنہ فوراً حملہ کردو، کہ دوسرکش اور جھگڑنے والے ہیں اوراگر یہ کام تم سے نہ ہوسکے تو فوج ذی الجوشن کے حوالہ کرکے تم الگ ہوجاؤ، ہم نے جو حکم دیا ہے اسے وہ پورا کریں گے۔ [۱]

ابن زیاد نے یہ فرمان شمر ذی الجوشن اور عبداللہ بن ابی المحل کے ذریعہ سے ابن سعد کے پاس بھجوایا تھا، عبداللہ کی پھوپھی ام البنین حضرت علیؓ کو بیاہی تھیں، اور عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان ان ہی کے بطن سے تھے، اس لئے عبداللہ نے اسے اپنے غلام کرمان کے ہاتھ عباس وغیرہ کے پاس بھجوادیا، غلام نے انہیں لیجا کر دیا کہ تمہارے ماموں نے یہ امان نامہ دیا ہے اس پر غیور باحمیت بھانجوں نے جواب دیا کہ ماموں سے جاکر سلام کہنا اور کہنا امان

۱۔(تاریخ طبری:۷/۳۱۶)

نامہ پہنچا، لیکن ہمیں امان کی ضرورت نہیں، خدا کی امان ابن سمیہ (ابن زیاد) کی امان سے بہتر ہے۔[۱]

سعد کا آخری فیصلہ

شمر نے ابن زیاد کا یہ فرمان لا کر ابن سعد کو دیا تو وہ پڑھ کر بہت برہم ہوا اور کہا تمہارا برا ہو اور جو چیز تم میرے پاس لائے ہو، خدا اس کا برا کرے خدا کی قسم معلوم ہوتا ہے کہ میں نے ابن زیاد کو جو کچھ لکھا تھا اس کے قبول کرنے سے تم ہی نے اس کو روک کر ہمارا کام بگاڑا ہے، ہم کو امید تھی کہ صلح کی کوئی صورت نکل آئے گی، حسینؓ کے پہلو میں ایک خوددار دل ہے اس لئے وہ کبھی اس کے سامنے نہ جھکیں گے، شمر ابن سعد کی یہ باتیں سن کر بولا، بتاؤ اب تم کیا کرتے ہو؟ امیر کے حکم کی تعمیل کر کے ان کے دشمنوں کو قتل کرو گے یا نہیں؟ اگر قتل نہیں کرتے تو فوج میرے حوالہ کردو، ابن سعد کے ضمیر اور نفس

۱۔(تاریخ طبری:۷/۳۱۶)

میں اب بھی کشمکش جاری تھی؛ لیکن رے کی حکومت نہیں چھوڑی جاتی تھی اس لئے نفس وضمیر کی کشمکش میں بالآخر نفس غالب آگیا اور وہ اس بارِ عظیم کو اٹھانے کے لئے آمادہ ہوگیا اور شمر سے کہا کہ میں خود اس کام کو کروں گا تم پیدل کی نگرانی کرو۔ [۱]

۹ محرم ۶۱ ھ کو جنگ کی تیاریاں شروع کردیں آغاز جنگ سے پہلے شمر نے حسینی فوج کے پاس جاکر ایک مرتبہ پھر عباسؓ کے بھائیوں کو سمجھایا کہ بنی اخت میں تم کو امان دیتا ہوں؛ لیکن اس مرتبہ غیرت مند نوجوانوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جواب دیا کہ تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت ہو اگر تو ہمارا ماموں ہوتا تو ہم کو امان دیتا اور ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیتا۔ [۲]

ایک شب کی اجازت

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۴۷)

۲۔(ابن اثیر: ۴/ ۴۷)

اسی تاریخ کو عصر کے وقت ابن سعد کچھ لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے حضرت حسینؓ کی فرودگاہ پر آپ سے ملنے آیا، آپ نے ملاقات کے لئے نکلنے کا عزم کیا؛ لیکن عباسؓ نے روکا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے میں جاتا ہوں، حضرت حسینؓ نے فرمایا، اچھا تم ہی جاؤ مگر یہ پوچھ لینا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں؛ چنانچہ عباسؓ جا کر ان سے ملے اور آنے کا مقصد پوچھا، فوجیوں نے جواب دیا کہ امیر فلاں فلاں مقصد سے آئے ہیں غالباً اس سے آغاز جنگ کی طرف اشارہ تھا؛ کیونکہ عباسؓ نے انہیں جواب دیا کہ ''اچھا ابھی جلدی نہ کرو، میں امام کو تمہارے آنے کا مقصد بتادوں؛ چنانچہ انہوں نے حضرت حسینؓ کو اس کی خبر کی آپ نے فرمایا، اچھا آج رات بھر کی اور مہلت لے لوتا کہ اس آخری رات کو اچھی طرح نمازیں پڑھ لیں، دعائیں مانگ لیں اور توبہ واستغفار کرلیں، خدا خوب جانتا ہے کہ مجھ کو نماز، اس کی کتاب کی تلاوت اور دعا اور استغفار سے

کتنا دلی تعلق ہے، عباسؓ نے جا کر ابن سعد کے دستہ سے کہا کہ آج تم لوگ لوٹ جاؤ، رات کو ہم اس معاملہ پر غور کریں گے اور جو کچھ فیصلہ ہوگا صبح جواب دیں گے، ابن سعد نے شمر سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا آپ امیر ہیں آپ جانیں شمر کے بعد پھر اور لوگوں سے رائے لی سب نے مہلت دینے کی رائے دی اور ابن سعد اس دن لوٹ گیا ان لوگوں کی واپسی کے بعد امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا:

خطبہ

میں خدا کا بہترین ثنا خواں ہوں اور مصیبت اور راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں، خدایا میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت سے سرفراز کیا اور ہمیں گوش شنوا، دیدہ بینا اور دل آشنا دیا، ہم کو قرآن سکھایا اور دین میں فہم عطا کی اب ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما، اما بعد مجھے کسی کے ساتھی اپنے ساتھیوں سے

زیادہ وفادار اور کسی کے اہل اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی دوسرا گھرانا نہیں معلوم ہوتا، خدا تم لوگوں کو ہماری جانب سے جزائے خیر دے میں ان دشمنوں کی وجہ سے آج کا دن کل ہی کا دن سمجھ رہا ہوں اس لئے میں تم لوگوں کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں، میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی، رات ہوچکی ہے، ایک ایک اونٹ لے لو اور ایک ایک آدمی میرے ایک ایک اہل بیت کا ہاتھ پکڑ کے ساتھ لیے لے، خدا تم سب کو جزائے خیر دے تم لوگ اپنے شہروں اور دیہاتوں میں چلے جاؤ یہاں تک کہ خدا یہ مصیبت آسان کردے، یہ اس لے کہہ رہا ہوں کہ لوگ مجھ ہی کو ڈھونڈھیں گے میرے بعد کسی کی تلاش نہ ہوگی۔

جانثاروں کی تقریریں

اس تقریر پر تمام اعزہ نے یک زبان ہو کر جواب دیا کیا ہم صرف

اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہم کو یہ دن نہ دکھائے، اس جواب پر حضرت حسینؓ نے بنوعقیل سے فرمایا کہ مسلمؓ کا قتل تمہارے لئے بہت ہو چکا ہے اس لئے تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ لوٹ جاؤ؛ لیکن باحمیت بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ کیا یہ کہیں گے کہ اپنے سردار، اپنے آقا اور ابن عم کو چھوڑ آئے ان کے لئے ایک تیر بھی نہ چلایا، ایک نیزہ بھی نہ مارا، تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا اور معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہو؟ خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہیں کرسکتے، ہم لوگ جان ومال اور اہل وعیال سب آپ کے اوپر سے فدا کردیں گے، آپ کے ساتھ لڑیں گے، جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا، آپ کے بعد جینا بے کار ہے۔

بنوعقیل کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی نے اٹھ کر کہا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور خدا کے سامنے آپ کے ادائے حق کا عذر نہ

کریں؟ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک دشمنون کے سینوں میں نیزہ نہ توڑلوں اور تلوار نہ چلالوں، خدا کی قسم اگر میرے پاس اسلحہ بھی نہ ہوتا تو دشمنوں سے پتھر مار مار کر لڑتا اور آپ کے اوپر سے فدا ہو جاتا۔ [۱]

مسلم بن عوسجہ کے بعد سعد بن عبداللہ حنفی نے اٹھ کر تقریر کی کہ خدا کی قسم ہم اس وقت تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، جب تک خدا کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی آپ کا فرمان ملحوظ رکھا، اگر مجھ کو یہ بھی یقین ہوتا کہ میں ستر مرتبہ قتل کیا جاؤں گا اور ہر مرتبہ زندہ کر کے آگ میں جلا کر میری خاک اڑا دی جائے گی تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتا تا آنکہ اپنے کو موت کے حوالہ کر دیتا نہ کہ ایسی صورت میں جبکہ معلوم ہے کہ مرنا ایک ہی مرتبہ ہے اور اس موت میں ابدی عزت ہے۔

۱۔(یہ خطبہ اور جوابات ابن اثیر: ۴/ ۴۸، ۴۹ سے ماخوذ ہیں)

سعد بن عبداللہ حنفی کے بعد زہیر بن قین اٹھ کر بولے، خدا کی قسم مجھے تمنا ہے کہ میں قتل ہوتا، پھر زندہ ہوتا، پھر قتل کیا جاتا، اسی طرح ہزار مرتبہ زندہ ہو ہو کر قتل کیا جاتا اور خدا اس قتل سے آپ کی ذات اور آپ کے اہل بیت کے نوجوانوں کو بچا لیتا غرض اس طریقہ سے ہر جان نثار نے اپنی اپنی عقیدت اور جانثاری کا اظہار کیا۔[۱]

شب عاشورہ

جمعرات کا دن گزرنے کے بعد عاشورہ کی وہ تاریک رات نمودار ہوئی جس کی صبح کو میدان کربلا میں قیامت بپا ہونے والی تھی درمیان میں صرف ایک ہی رات رہ گئی تھی جس میں حضرت حسینؓ کو حجلۂ عبادت میں جمالِ حقیقت کے ساتھ راز و نیاز کرنا تھی اور اس کی راہ میں جان دینے کے لئے تیاریاں بھی کرنی تھی؛ چنانچہ آپ نے منتشر خیموں کو ایک جگہ ترتیب سے نصب کرایا، ان کی پشت پر

۱۔(تاریخ طبری:۷/ ۲۲۲، ۲۲۳)

خندق کھدوا کر آگ جلوادی کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکیں اور ہتھیاروں کی صفائی کرائی جس وقت آپ کی تلوار صاف کی جارہی تھی، اس وقت آپ نے چند عبرتناک اشعار پڑھے آپ کی جان نثار بہن حضرت زینبؓ کو ان انتظامات سے ہونے والے واقعات کا کچھ اندازہ ہوگیا تھا، اوروہ حضرت حسینؓ کے پاس بدحواس دوڑتی ہوئی آئیں اور چیخ چیخ کررونے لگیں کہ کاش آج موت میری زندگی کا خاتمہ کردیتی ہائے میری ماں فاطمہؓ میرے باپ علیؓ اور میرے بھائی حسنؓ میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، بھیا ان گزرے ہوؤں کے جانشین اور ہم لوگوں کے محافظ اور ہمارا سہارا تم ہی ہو، بہن کو اس طرح مضطرو بے قرار دیکھ کر فرمایا زینب علم ووقار کو شیطان کے حوالہ نہ کرو؛ لیکن یہ وقت وقار وسکینہ کا نہ تھا، زینب بولیں بھائی! میں آپ پر سے قربان، آپ کے بدلہ میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں، بہن کی یہ دلدوز اور محبت بھری باتیں سن کر بھائی کا

دل بھی بھر آیا اور آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے فرمایا زینب ذرا چین سے رہنے دو، یہ جواب سن کر زینبؓ نے منہ لپیٹ لیا اور ڈاڑھیں مار کر رونے لگیں کہ آپ کا اپنے کو مجھ سے الگ الگ رکھنا میرے دل کے ٹکڑے اڑائے دیتا ہے، یہ کہا اور چیخ مار کر بیہوش ہو گئیں، حضرت حسینؓ نے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے جب ہوش آیا تو صبر کی تلقین کی کہ زینبؓ خدا سے ڈرو اور خدا سے تسکین حاصل کرو، ایک نہ ایک دن سارے روئے زمین کے باشندے مرجائیں گے آسمان والوں میں بھی کوئی باقی نہ رہے گا آسمان و زمین کی تمام چیزیں فانی ہیں صرف ایک خدا کی ذات باقی رہے گی، میری ماں میرے باپ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات نمونہ ہے تم اسی نمونہ سے صبر و تسلی حاصل کرو، میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ اگر میں مرجاؤں تو اسوۂ رسول کے خلاف نہ کرنا، میری موت پر گریبان

نہ پھاڑنا، منہ نہ نوچنا، اور بین نہ کرنا، بہن کو صبر وشکر اور ضبط و تحمل کی تلقین کر کے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور حفاظت کے ضروری انتظامات کر کے صبح صادق تک سب لوگ نماز، دعا استغفار اور تضرع وزاری میں مصروف رہے۔ [۱]

قیامت صغریٰ

شب عاشورہ ختم ہونے کے بعد صبح قیامت نمودار ہوئی جس میں تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ دلدوز واقعہ پیش آنے والا تھا اور باختلافِ روایت جمعہ یا سنیچر کے دن بعد نماز فجر حسینی فوج لڑنے کے لئے تیار ہوگئی، یہ کوئی لشکر جرار نہ تھا؛ بلکہ بہتر (۷۲) جان نثاروں کی ایک مختصر جماعت تھی، جس کی ترتیب یہ تھی کہ میمنہ پر زہیر بن قین تھے اور میسرہ پر حبیب ابن مظہر، عباسؓ علمدار کے ہاتھوں میں حسینی علم تھا، ادھر یہ مٹھی بھر جان نثار تھے، دوسری طرف

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۵)

چار ہزار شامی تھے، حضرت حسینؓ جب میدان جنگ میں جانے کے لئے رہوار پر سوار ہوئے تو قرآن سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ ایزدی میں یہ دعا کی:

بارگاہ ایزدی میں دعا

خدایا تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ اور ہر تکلیف میں میرا آسرا ہے، مجھ پر جو وقت آئے ان میں تو ہی میرا پشت و پناہ تھا بہت سے غم واندوہ ایسے ہیں جن میں دل کمزور پڑ جاتا ہے، کامیابی کی تدبیریں کم ہو جاتی ہیں اور رہائی کی صورتیں گھٹ جاتی ہیں، دوست اس میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن شماتت کرتے ہیں؛ لیکن میں نے اس قسم کے تمام نازک اوقات میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا تجھی سے اس کی شکایت کی تو نے ان مصائب کے بادل چھانٹ دئے اور ان کے مقابلہ میں میرا سہارا بنا تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو اور خواہش کا منتہی ہے۔

آپ دعا سے فارغ ہوئے کہ شمر نے اس آگ کے شعلوں کو دیکھ کر جو خیموں کی پشت پر اس کی حفاظت کے لئے جلائی گئی تھی باآواز بلند کہا، حسینؓ قیامت سے پہلے دنیا ہی میں آگ مل گئی، آپ نے جواب دیا تو اس میں جلنے کا زیادہ مستحق ہے، مسلم ابن عوسجہ نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ شمر زد میں ہے، ارشاد ہو تو تیر چلا کر اس کا خاتمہ کردوں فرمایا نہیں، میں اپنی جانب سے ابتدا کرنا نہیں چاہتا اور شامی فوج کے قریب جا کر بطور اتمام حجت کے فرمایا:

اتمام حجت

لوگو جلدی نہ کرو، پہلے میرا کہنا سن لو اور مجھ پر سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کا عذر بھی سن لو پھر اس کے بعد تمہیں اختیار ہے اگر میرا عذر قبول کرلو گے میرا کہنا سچ مانو گے اور انصاف سے کام لو گے تو خوش قسمت ہو گے اور تمہارے لئے میری مخالفت کی کوئی سبیل باقی نہ رہے گی اور اگر تم نے میرا عذر قبول

نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو:

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ۔ [۱]

پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرالو تاکہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی کے اوپر مخفی نہ رہے، تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر ڈالو اور مجھے مہلت نہ دو،

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ [۲]

میرا والی اللہ ہے، جس نے کتاب نازل کی اور وہی صالحین کا ولی ہوتا ہے۔

آپ کی بہنوں اور صاحبزادیوں نے یہ تقریر سنی تو خیمہ امامت میں ماتم بپا ہوگیا، ان کے رونے کی آوازیں سن کر آپ نے عباسؓ

۱۔(یونس:۷۱)

۲۔(الاعراف:۱۹۶)

اور علیؓ کو بھیجا کہ جا کر انہیں خاموش کر دو، میری عمر کی قسم ابھی ان کو بہت رونا ہے، بہنوں اور لڑکیوں کو خاموش کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر آخری اتمامِ حجت کے لئے کوفیوں کے سامنے تقریر فرمائی کہ:

لوگو! میرے نسب پر غور کرو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے کو ملامت کرو، خیال کرو کہ میرا قتل اور میری آبروریزی تمہارے لئے زیبا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا لڑکا اور اس کے وصی، ابن عم، خدا پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اس کے رسول اور اس کی کتاب کی تصدیق کرنے والے کا ،فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہد احمزہؓ میرے باپ کے اور جعفر طیارؓ ذوالجناحین میرے چچا نہ تھے؟ کیا تم کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہوں گے، اگر میں سچ کہتا ہوں اور یقیناً سچ کہتا ہوں؛ کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹے پر

خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اس وقت سے میں عمداً جھوٹ نہیں بولا اور اگر مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو تم میں اس کے جاننے والے موجود ہیں، ان سے اس کی تصدیق کرلو، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابو سعید خدریؓ، سہل بن احمد ساعدیؓ، زید بن ارقمؓ، انس بن مالکؓ ابھی زندہ ہیں ان سے پوچھو یہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا ہے، مجھے بتاؤ کیا اس فرمان میں میری خون ریزی کیلئے کوئی روک نہیں۔

اس تقریر کے دوران میں شمر ذی الجوشن نے حضرت حسینؓ کے ایمان پر چوٹ کی، حبیب ابن مظاہر نے اس کا دندان شکن جواب دیکر کہا کہ امام جو کچھ فرماتے ہیں اس کو تو نہیں سمجھ سکتا؛ کیونکہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگا دی ہے، ذی الجوشن کے اعتراض اور حبیب کے جواب کے بعد جناب امام نے پھر تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

خیر اگر تم کو اس میں کچھ شک ہے تو اسے جانے دو لیکن کیا اس میں بھی کچھ شبہ ہے کہ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں، خدا کی قسم آج مشرق سے لیکر مغرب تک روئے زمین پر تم میں اور کسی غیر قوم میں بھی میرے سوا کسی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ موجود نہیں ہے، میں خاص تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا ہوں، مجھے بتاؤ تم لوگ میرے خون کے کیوں خواستگار ہو، کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کسی کا مال ضائع کیا ہے؟ کسی کو زخمی کیا ہے، ان نصائح اور سوالات کو سن کر سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اس کے بعد آپ نے نام لے لے کر سوالات شروع کئے، اے شیث بن ربعی!، اے حجار بن اجبر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھ کو نہیں لکھا تھا، پھل پک چکے ہیں، کھجوریں سرسبز ہیں، دریا جوش میں ہیں فوجیں تیار ہیں، تم فوراً آؤ، ان لوگوں نے جواب دیا! ہم نے نہیں لکھا تھا، فرمایا سبحان اللہ، خدا کی قسم تم نے لکھا تھا، لوگو! اگر تم کو میرا

آنا ناگوار ہے تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی پر امن خطہ کی طرف چلا جاؤں، اس پر قیس بن اشعث بولا، تم اپنے بنی عم کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے، ان کی رائے تمہارے مخالف نہ ہوگی اور ان کی جانب سے کوئی ناپسندیدہ سلوک نہ ہوگا، حضرت حسینؓ نے فرمایا، کیوں نہیں، آخر تم بھی تو اپنے بھائی کے بھائی ہو، تم کیا چاہتے ہو کہ بنو ہاشم مسلم بن عقیلؓ کے خون کے علاوہ تم سے اور دوسرے خون کے بدلہ کا بھی مطالبہ کریں، خدا کی قسم میں ذلیل کی طرح اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دوں گا اور غلام کی طرح اس کا اقرار نہیں کروں گا۔ (۱)

اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ۔ (۲)

اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھ کو سنگسار

۱۔(طبری:۷/۳۲۹،۳۳۰)

۲۔(الدخان:۲۰)

کرو

إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔ (۱)

میں اپنے اور تمہارے رب سے ہر مغرور و متکبر سے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں۔

زہیر بن قیس کی تقریر

اس تقریر کے بعد آپ سواری بٹھا کر اتر پڑے اور شامی آپ کی طرف بڑھے ان کا ہجوم دیکھ کر زہیر بن قین نے شامیوں کے سامنے بڑی پرجوش تقریر کی:

اے اہل کوفہ خدا کے عذاب سے ڈرو، ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے، ابھی تک ہم بھائی بھائی ہیں ایک مذہب اور ایک ملت کے ماننے والے ہیں جب تک

۱۔(غافر:۲۷)

ہمارے درمیان تلوار نہ اٹھ جائے اس وقت تک ہم کو تمہیں نصیحت کرنے کا حق ہے، جب آپس میں تلواریں اُٹھ جائیں گی تو ہمارا تمہارا رشتہ ٹوٹ جائے گا اور ہماری تمہاری جماعت الگ الگ ہوجائے گی، خدا نے ہم کو اور تم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے بارہ میں آزمائش میں مبتلا کیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں میں تم کو ان کی امداد اور عبید اللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں ،اس لئے کہ تم کو ان سے سوائے برائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا وہ تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں گے،تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے،تمہارا مثلہ کریں گےتم کو کھجور کی شاخوں پر لٹکائیں گے،حجر بن عدی اور ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرح تمہارے ممتاز لوگوں کو بھی قتل کریں گے۔

زہیر بن قین کی یہ تقریر سن کر کوفیوں نے انہیں گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کرکے بولے، خدا کی قسم ہم حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے

ساتھیوں کو قتل یا انہیں گرفتار کر کے امیر ابن زیاد کے پاس پہنچائے بغیر نہیں ٹل سکتے ،زہیر بن قین نے پھر انہیں سمجھایا کہ خدا کے بندو! فاطمہؓ کا فرزند ابن سمیہ کے مقابلہ میں امداد واعانت کا زیادہ مستحق ہے، اگر تم ان کی امداد نہیں کرتے تو خدارا انہیں قتل تو نہ کرو، ان کا معاملہ ان کے اور ان کے ابن عم یزید پر چھوڑ دو، وہ حسینؓ کو قتل نہ کرنے کی صورت میں تم سے زیادہ رضا مند ہوگا، اس پر شمر ذی الجوشن نے زہیر بن قین کو ایک تیر مارا اور کہا خاموش رہو، خدا تمہارا منہ بند کرے اپنی بک بک سے پریشان کر ڈالا ،اس پر زہیر نے کہا، ابن بوال تجھ سے کون خطاب کرتا ہے تو تو جانور ہے، خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تو کتاب اللہ کی ان دو آیتوں کو بھی نہیں جانتا وابشر بالخزی یوم القیامۃ والعذاب العلیم شمر بولا خدا تجھ کو اور تیرے ساتھی کو ایک ساتھ قتل کرے، زہیر نے جواب دیا موت سے ڈراتا ہے، خدا کی قسم حسینؓ کے ساتھ جان دینا مجھ کو تیرے

ساتھ دائمی زندگی سے زیادہ عزیز ہے، پھر باآواز بلند کوفیوں سے خطاب کیا کہ لوگو تم اس سنگ دل ظالم کے فریب میں نہ آؤ خدا کی قسم جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور ان کے اہل بیت کا خون بہائیں گے وہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

حر کا حضرت حسینؓ سے ملنا

کوفیوں کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے تھے اور دلوں پر مہر لگ چکی تھی، اس لئے حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کی ساری افہام و تفہیم رائے گاں گئی، کسی پر کوئی اثر نہ ہوا اور امام نے زہیر بن قین کو واپس بلا لیا، ان کی واپسی کے بعد کوئی وقت منتظر باقی نہ رہا اور عمر بن سعد حضرت حسینؓ کی طرف بڑھا اس کی پیش قدمی کے ساتھ ہی اس گروہ اشقیا میں سے دفعۃً ایک پرستار حق نکل آیا، یہ حُر تھے عین اس وقت جب طبل جنگ پر جوب پڑنے والی تھی حر کی آنکھوں کے سامنے تاریکی کا پردہ ہٹ گیا اور حق کا جلوہ نظر آنے لگا؛ چنانچہ کوفی

فوج کا ساتھ چھوڑ کر حضرت حسینؓ کی فوج میں چلے آئے اور عرض کیا، میری جانب سے جو کچھ گستاخیاں اور بے عنوانیاں ہو چکیں وہ ہو چکیں اب اپنی جان غمگساری کے لئے پیش کرتا ہوں، امید ہے ابھی در توبہ باز ہوگا، حضرت حسینؓ نے فرمایا تمہاری توبہ قبول ہوگی تمہیں بشارت ہو کہ تم دنیا اور آخرت دونوں میں حُر آزاد ہو۔

حر کی تقریر

حسینی فوج میں شامل ہونے کے بعد حُر نے کوفیوں سے کہا، لوگو حسینؓ نے جو تین صورتیں تمہارے سامنے پیش کی ہیں ان میں کوئی صورت کیوں نہیں منظور کر لیتے، تاکہ خدا تم کو ان کے ساتھ لڑنے سے بچالے، ابن سعد بولا میں دل سے یہ چاہتا ہوں، لیکن افسوس اس کی کوئی سبیل نہیں نکلتی، حُر نے پھر کہا اے اہل کوفہ پہلے تم نے حسینؓ کو بلایا جب وہ آگئے تو تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہ خیال کرتے رہے کہ ان کی حمایت میں لڑو گے پھر اُن کے مخالف

ہو گئے اور اب ان کے قتل کے درپے ہو، انہیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور خدا کی وسیع زمین میں کسی طرف ان کو جانے نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت کسی پرامن مقام پر چلے جائیں اس وقت ان کی حالت بالکل قیدی کی ہو رہی ہے کہ وہ اپنی ذات کو نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان سے بچا سکتا ہے، تم نے اُن پر فرات کا پانی بند کر دیا، جس پانی کو یہودی، نصرانی ، مجوسی سب پیتے ہیں اور دیہات کے سور اور کتے تک اس میں لوٹتے ہیں، اس کے لئے حسینؓ اور ان کے اہل و عیال تشنہ لب تڑپتے ہیں تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ان کی اولاد کا کیا خوب لحاظ کیا؟ اگر تم توبہ کر کے اپنی روش نہیں چھوڑ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن پیاسا تڑپائے گا۔

جنگ کا آغاز

حر کی اس تقریر پر ابن سعد علم لے کر بڑھا اور پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کر دیا اور دونوں طرف سے آدمی نکل نکل کے دادِ شجاعت دینے

لگے، شامیوں کی فوج سے یسار اور سالم دو شخص نکلے ادھر سے تنہا عبداللہ بن عمیر ان کے جواب میں آئے اور ایک ہی وار میں یسار کو ڈھیر کر دیا پاس ہی سالم تھا اُس نے جھپٹ کر عبداللہ پر وار کیا، عبداللہ نے ہاتھوں پر روکا انگلیاں اڑ گئیں ،لیکن انہی کٹی انگلیوں سے سالم کو مار گرایا، عبداللہ کی بیوی بھی ساتھ تھیں، انہوں نے شوہر کو لڑتے دیکھا تو خود بھی ہاتھ میں خیمہ کی ایک چوب لے کر یہ کہتے ہوئی آگے بڑھیں کہ میرے ماں باپ تم پر سے فدا ہوں، آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتے رہو، عبداللہ نے انہیں عورتوں کے خیمہ میں لوٹانا چاہا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گی ،تمہارے ساتھ جان دوں گی ، حضرت حسین ان کی ضد دیکھ کر آواز دی، کہ خدا تم کو اہل بیت کی جانب سے جزائے خیر دے تم لوٹ جاؤ، عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے، آپ کے ارشاد پر وہ لوٹ گئیں۔

اس کے بعد عمرو بن حجاج شامی لشکر کے میمنہ کو لے کر حضرت حسینؓ کی طرف بڑھا جب آپ کے قریب پہنچا تو فدائیان حسینؓ پاؤں ٹیک کر سینہ سپر ہو گئے اور نیزوں کے وار سے شامی سواروں کے گھوڑوں کے منہ پھیر دیئے، پھر شامی جماعت سے ابن جوزہ نامی ایک شخص نکل کر باآواز بلند پکارا، حسینؓ ہیں؟ کسی نے اس کا جواب نہ دیا، دوسری مرتبہ پھر اس نے بھی سوال کیا تیسری مرتبہ سوال کرنے پر لوگوں نے کہا اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا حسینؓ تم کو دوزخ کی بشارت ہو، حضرت حسینؓ نے جواب میں فرمایا، تو جھوٹا ہے میں دوزخ میں نہیں؛ بلکہ رب رحیم شفیع اور مطاع کے حضور میں جاؤں گا، تیرا نام کیا ہے جواب دیا ابن حوزہ فرمایا خدایا اس کو آگ میں داخل کر اتفاق سے اسی دوران میں ابن حوزہ کا گھوڑا بدک کر ایک نہر میں پھاند پڑا اور ابن جوزہ کا پاؤں رکاب میں اٹک گیا اسی حالت میں پھر دوسری مرتبہ بدک کر بھاگا اور ابن

حوزہ پیٹھ سے لٹک گیا گھوڑا سرپٹ بھاگا اور ابن حوزہ پتھروں کی رگڑ سے چور چور ہو کر مر گیا، اس کے بعد شامی فوج سے یزید بن معقل نکلا اور حسینی لشکر سے بریر بن حضیر ان کے مقابل ہوئے زبانی مباحثہ کے بعد دونوں نے تلواریں نکال لیں، یزید بن معقل نے بریر پر وار کیا بریر نے وار خالی کر دیا اور جواب میں ایسی کاری تلوار ماری کہ یزید کی خود کاٹی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا یزید کو تڑپتا دیکھ کر شامی فوج کے ایک سپاہی رضی بن منقد نے بریر پر حملہ کیا دونوں میں کشتی ہونے لگی بریر اس کو چت کر کے سینہ پر بیٹھ گئے، رضی کو چت دیکھ کر کعب بن جابر ازوی شامی نے بریر پر نیزہ سے حملہ کیا، نیزہ ان کی پیٹھ میں پیوست ہو گیا بریر زخمی ہو کر رضی کے سینہ سے اتر پڑے، ان کے اترتے ہی کعب نے تلوار سے زخمی کر کے گرا دیا، اسی طرح رضی کی جان بچ گئی بریر کے بعد عُمر بن قرظہ انصاری بڑھے اور حضرت حسینؓ کے سامنے داد شجاعت دیتے

ہوئے شہید ہوئے، عمرو بن قرظہ کا بھائی ابن سعد کے ساتھ تھا، عمرو کو خاک وخون میں غلطاں دیکھ کر پکارا، کذاب ابن کذاب حسینؓ تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور دھوکہ دیکر قتل کرادیا آپ نے جواب دیا خدا نے تیرے بھائی کو نہیں ؛ بلکہ تجھ کو گمراہ کیا، تیرے بھائی کو اس نے ہدایت دی یہ جواب سن کر وہ بولا اگر میں تم کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے، یہ کہتے ہی حضرت حسینؓ کی طرف چھپٹا، مگر نافع بن ہلال مراوی نے ایسا نیزہ مارا کہ وہ چاروں شانے چت گرا، مگر اس کے ساتھیوں نے بڑھ کر بچالیا ان کے بعد حر بن یزید نکلے اور حضرت حسینؓ کے سامنے بڑی شجاعت و بہادری سے لڑے ، یزید بن سفیان ان کے مقابلہ کو آیا، حر نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا، حر کے بعد نافع بن ہلال بڑھے شامیوں میں مزاحم بن حریث ان کے مقابل آیا، نافع نے اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچادیا۔

عام جنگ

ابھی تک لڑائی کا انداز یہ تھا کہ ایک ایک شخص ایک ایک کے مقابل میں نکلتا تھا، مگر شامی لشکر سے جو نکلا وہ بچ کر نہ گیا اس لئے عمرو بن حجاج پکارا لوگو! جن لوگوں سے تم لڑ رہے ہو یہ سب اپنی جان پر کھیلے ہوئے ہیں اس لئے آئندہ کوئی شخص تنہا ان کے مقابلہ میں نہ جائے، ان کی تعداد تو اتنی کم ہے کہ اگر تم لوگ ان کو صرف پتھروں سے مارو تو بھی ان کا کام تمام ہو جائے گا کوفہ والو اطاعت اور جماعت کی پوری پابندی کرو، اس شخص (حسینؓ) کے قتل میں کسی شک وشبہ اور تذبذب کی راہ نہ دو جو دین سے بھاگا ہے اور جس نے امام کی مخالفت کی ہے، عمر بن سعد کو بھی عمرو بن حجاج کی یہ رائے پسند آئی؛ چنانچہ اس نے فرداً فرداً مبارزت سے روک دیا اور عام جنگ کا آغاز ہو گیا، عمر بن حجاج میمنہ کو لے کر حضرت حسینؓ پر حملہ آور ہوا تھوڑی دیر تک آپس میں کشمکش جاری رہی، اس معرکہ میں

مشہور جاں نثار مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے، غبار چھٹا تو لاشہ نظر پڑا، حضرت حسینؓ قریب تشریف لے گئے کچھ کچھ جان باقی تھی فرمایا، مسلم تم پر خدا رحم کرے فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا حضرت حسینؓ کے بعد حبیب مطہر نے آکر جنت کی بشارت دی اور کہا اگر مجھ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ میں عنقریب تمہارے پاس پہنچوں گا، تو تم سے وصیت کرنے کی درخواست کرتا اور اسے پوری کرتا، مسلم میں بقدر رمق جان باقی تھی، حضرت حسینؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ صرف ان کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے لئے جان دے دینا یہ وصیت کر کے محبوب آقا کے سامنے جان دیدی۔[1]

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہان نیاز مندے کہ بوقت جان سپردن بسرش رسید باشی

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۵۸)

مسلم کی موت پر شامی فوج میں بڑی خوشی ہوئی۔

دوسرا حملہ

اس کے بعد دوسرے ریلے میں شمر شامی میسرہ کو لے کر حسینی میسرہ پر حملہ آور ہوا اس حملہ کے بعد شامی چاروں طرف سے حسینی فوج پر ٹوٹ پڑے، بڑا زبردست مقابلہ ہوا، حسینی فوج کے بہادر عبداللہ الکلبی کئی آدمیوں کو قتل کر کے خود شہید ہوئے، اس معرکہ میں حسینی فوج میں ۳۲ آدمی تھے، لیکن اس پامردی سے لڑے کہ جدھر رخ کرتے تھے، شامیوں کی صفیں الٹ دیتے تھے اور ان کی سواریوں کی صفیں درہم برہم ہو جاتی تھیں، شامی سوار دستہ کے کمانڈار غررہ بن قیس نے اپنے سواروں کی یہ بے ترتیبی دیکھی تو ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ مٹھی بھر آدمیوں نے ہمارے دستہ کا یہ حال کر دیا ہے اس لئے فوراً کچھ پیدل اور کچھ تیر انداز بھیجو، ابن سعد نے اس کی درخواست پر پانچ سو سواروں کا دستہ بھیج دیا، اس دستہ نے جاتے ہی

حسینی لشکر پر تیروں کی بارش شروع کر دی اور تھوڑی دیر میں ان کے تمام گھوڑے زخمی ہو کر بے کار ہو گئے پھر بھی ان کے استقلال میں کمی نہ آئی سب سوار گھوڑوں سے اتر پڑے اور دوپہر تک اس بہادری اور بے جگری سے لڑتے رہے کہ شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔

اہل بیت کے خیموں کا جلایا جانا

شامی جنگ کو جلد ختم کر دینے کے لئے آگے بڑھنا چاہتے تھے، لیکن حضرت حسینؓ نے اپنے خیموں کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی تھی کہ شامی ایک ہی رخ سے حملہ کر سکتے تھے، اس لئے عمر بن سعد نے حکم دیا کہ خیمے اکھاڑ دیئے جائیں تا کہ ہر طرف سے حسینی فوج پر حملہ کیا جا سکے؛ چنانچہ شامی خیمے اکھاڑنے کے لئے آگے بڑھے، لیکن اس میں بھی یہ دشواری آ گئی کہ جب وہ حسینی خیموں میں گھسنے کا قصد کرتے تھے تو آڑ میں پڑ جاتے تھے، اس لئے حسینی سپاہی انہیں

مار لیتے تھے ابن سعد نے اس صورت میں بھی ناکامی دیکھی تو خیموں میں آگ لگوادی، حضرت حسینؓ نے دیکھا تو فرمایا یہ بھی اچھا ہوا میدان صاف ہو جائے گا تو یہ لوگ پشت سے حملہ آور نہ ہو سکیں گے، حضرت حسینؓ کا یہ خیال بالکل صحیح نکلا، خیموں کے جل جانے سے پشت سے حملہ کا خطرہ جاتا رہا، شمر اہل بیت کے خیمہ میں نیزہ مار کر بولا کہ اس کو معہ آدمیوں کے جلادوں گا عورتوں نے سنا تو چلاتی ہوئی خیموں سے باہر نکل آئیں، حضرت حسینؓ نے دیکھا تو شمر کو ڈانٹا کہ تو میرے اہل بیت کو آگ میں جلانا چاہتا ہے، خدا تجھ کو آتش دوزخ میں جلائے کچھ اس ڈانٹ کے اثر اور کچھ لوگوں کے غیرت دلانے سے شمر لوٹ گیا، اس کے جاتے ہی زہیر بن قین نے کوفیوں کو اہل بیت کے خیموں سے ہٹا دیا۔[۱]

جانبازوں کی شہادت

۱۔(طبری:۷/۳۴۷،۳۵۰)

پچھلے معرکوں میں شمعِ امامت کے بہت سے پروانے فدا ہو چکے تھے اب امامؑ کے ساتھ صِرف چند جاں نثار باقی رہ گئے تھے، ان کے مقابلہ میں کوفیوں کا ٹڈی دل تھا اس لئے ان کے قتل ہونے سے ان میں کوئی کمی نظر نہ آتی تھی، لیکن حسینی فوج میں سے ایک آدمی بھی شہید ہو جاتا تھا تو اس میں نمایاں کمی محسوس ہوتی تھی، یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن عبداللہ صاعدی نے امام سے عرض کیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو، اب شامی بہت قریب ہوتے جاتے ہیں اور کوئی دم میں پہنچنا چاہتے ہیں، اس لئے چاہتا ہوں کے پہلے میں جان دے لوں اس کے بعد پھر آپ کو کوئی گزند پہنچے ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، نماز پڑھ کر خدا سے ملنا چاہتا ہوں ان کی اس درخواست پر حضرت حسینؑ نے فرمایا، ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے جنگ ملتوی کر دیں تا کہ ہم لوگ ظہر کی نماز ادا کرلیں، آپ کی زبان سے یہ فرمائش سن کر حصین بن نمیر شامی بولا، تمہاری نماز قبول نہ

ہوگی؟ حبیب بن مظہر نے جواب دیا گدھے! آل رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہوگی؟ یہ جواب سن کر حصین کو طیش آ گیا اور حبیب پر حملہ کر دیا، حبیب نے اس کے گھوڑے کے منہ پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ دونوں پاؤں اٹھا کر کھڑا ہوگیا اور حصین اس کی پیٹھ سے نیچے آ گیا؛ لیکن اس کے ساتھیوں نے بڑھ کر بچالیا اس کے بعد حبیب اور کوفیوں میں مقابلہ ہونے لگا کچھ دیر تک حبیب نہایت کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے؛ لیکن تن تنہا کب تک انبوہ کثیر کے مقابل میں ٹھہر سکتے بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، ان کی شہادت سے حضرت حسینؓ کا ایک اور بازو ٹوٹ گیا اور آپ بہت شکستہ خاطر ہوئے مگر کلمۂ صبر کے علاوہ زبان مبارک سے کچھ نہ نکلا، حر نے آقا کو غمگین دیکھا تو رجز پڑھتے ہوئے بڑھے اور مشہور جان نثار زہیر بن قین کے ساتھ مل کر بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑے؛ لیکن یہ بھی کب تک لڑتے، آخر میں کوفی پیادوں نے ہر

طرف سے حر پر ہجوم کر دیا اور یہ پروانہ بھی شمع امامت پر سے فدا ہو گیا۔ ۱

جان نثاروں کی آخری جماعت کی فداکاری

اب ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا، لیکن کوفی نماز پڑھنے کے لئے بھی دم نہ لیتے تھے، اس لئے امام نے صلوۃ خوف پڑھی، اور نماز کے بعد پھر پورے زور کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی اور اس گھمسان کا رن پڑا کہ کربلا کی زمین تھرا گئی کوفیوں کا ہجوم بڑھتے بڑھتے حضرت حسینؓ کے پاس پہنچ گیا تیروں کی بارش پر ٹڈی دل کا گمان ہوتا تھا، مشہور جان باز حنفی امام کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور جتنے تیر آئے سب مردانہ وار اپنے سینہ پر روکے؛ لیکن ایک انسان کب تک مسلسل تیر بازی کا ہدف بن سکتا تھا، بالآخر یہ بھی امام کی راہ میں سینہ چھلنی کر کے فدا ہو گئے، ان کے بعد زہیر بن قین کی باری آئی، یہ

۱۔(طبری: ۷/ ۳۴۷، ۳۵۰)

بھی دادشجاعت دیتے ہوئے اپنے پیشتروں سے جاملے، ان کے
بعد نافع بن ہلال بجلی جنہوں نے ۱۲ کوفیوں کو قتل کیا تھا گرفتار کر کے
شہید کئے گئے اب حسینی لشکر کا بڑا حصہ آقائے نامدار پر سے فدا
ہو چکا تھا، صرف چند جان نثار باقی رہ گئے تھے، جب انہوں نے
دیکھا کہ شامی فوجوں کے مقابلہ میں زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی
طاقت باقی نہیں ہے، تو یہ طے کرلیا کہ قبل اس کے کہ امام ہمام پر کوئی
نازک وقت آئے سب کے سب آپ پر سے فدا ہو جائیں؛ چنانچہ
تمام فدائی اہل بیت ایک ایک کر کے پروانہ وار بڑھنے لگے، اس
جماعت میں سب سے اول عبداللہ اور عبدالرحمن بڑھے، ان کے
بعد دونو جوان سیف بن حارث اور مالک بن عبد نکلے اس وقت
دونوں کی آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں جاری تھیں، امام نے پوچھا تم
روتے کیوں ہو؟ عرض کیا اپنی جان کے لئے نہیں روتے، رونا اس
پر ہے کہ آپ کو چاروں طرف سے اعداء کے نرغے میں محصور دیکھتے

ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے امام نے کہا خدا تم دونوں کو متقیوں جیسی جزا دے ان دونوں کے بعد حنظلہ بن شامی نکلے اور کوفیوں کو سمجھایا کہ وہ حسینؓ کے خون بے گناہی کا وبال اپنے سر نہ لیں؛ لیکن اب اس قسم کی افہام و تفہیم کا وقت ختم ہو چکا تھا، حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ اب انہیں سمجھانا بے کار ہے، آپ کے اس ارشاد پر حنظلہ آپ اور آپ کے اہل بیت پر صلوٰۃ وسلام بھیج کر رخصت ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کے بعد سیف اور مالک دونوں نوجوانوں نے جانیں فدا کیں، ان کے بعد عابس بن ابی شبیب اور شوذب بڑھے، شوذب شہید ہوئے، لیکن عابس بہت مشہور بہادر تھے، ان کے مقابلہ میں کسی شامی کو آنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، اس لئے ہر طرف سے ان پر سنگباری شروع کر دی، عابس نے ان کی یہ بزدلی دیکھی تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دی اور حملہ کر کے بے محابہ دشمن کی صفوں میں گھستے ہوئے چلے گئے اور انہیں درہم برہم کر دیا لیکن

تن تنہا ایک انبوہ کا مقابلہ آسان نہ تھا اس لئے شامیوں نے انہیں بھی گھیر کر شہید کردیا اسی طریقہ سے عمرو بن خالد، جبار بن حارث، سعد، مجمع بن عبید اللہ سب جان نثار ایک ایک کر کے فدا ہو گئے اور تنہا سوید بن ابی المطالح باقی رہ گئے۔ ١

علی اکبر کی شہادت

جب سارے فدایانِ اہل بیت ایک ایک کر کے جامِ شہادت پی چکے اور نونہالان اہل بیت کے علاوہ اور کوئی جان نثار باقی نہ رہا تو اہل بیت کرام کی باری آئی اور سب سے اول ریاضِ امامت کے گل تر خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابندہ اختر علی اکبرؓ میدان میں آئے اور تلوار چمکاتے اور یہ رجز

انا علی بن حسین بن علی ورب البیت ولی بالنبی

میں حسینؓ ابن علیؓ کا بیٹا علی ہوں خانہ کعبہ کے رب کی قسم ہم نبی

١۔(ابن اثیر: ۴/ ۶۱، ۶۲)

کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

خدا کی قسم نا معلوم باپ کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کر سکے گا۔

پڑھتے ہوئے بڑھے، آپ رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرتے تھے اور بجلی کی طرح کوند کر نکل جاتے تھے، مرہ بن منقذ تمیمی آپ کی یہ برق رفتاری دیکھ کر بولا، اگر علی اکبرؓ میری طرف سے گذریں تو حسینؓ کو بے لڑکے کا بنا دوں، علی اکبرؓ ابھی کم سن تھے، جنگ وجدال کا تجربہ نہ تھا مرہ کا طنز سن کر سیدھے اس کی طرف بڑھے مرہ ایک جہاندیدہ اور آزمودہ کار تھا جیسے ہی علی اکبرؓ اس کے پاس پہنچے، اس نے تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ جسم اطہر میں پیوست ہو گیا، نیزہ لگتے ہی شامی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اس گلبدن کے جسم کو جس نے پھولوں کی سیج پر پرورش پائی تھی ٹکڑے اڑا دیئے، ان کی جان نثار پھوپھی جنہوں نے بڑے نازوں سے ان کو پالا تھا، خیمہ کے روزن سے یہ

قیامت خیز نظارہ دیکھ رہی تھیں، چہیتے بھتیجے کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھ کر بے تاب ہوگئیں یارائے ضبط باقی نہ رہا اور یا ابن خاہ کہتی ہوئی خیمہ سے باہر نکل آئیں اور بھتیجے کی لاش کے ٹکڑوں پر گر پڑیں، ستم رسیدہ بھائی حسینؓ نے دکھیاری بہن کا ہاتھ پکڑ کر خیمہ کے اندر کیا کہ ابھی وہ زندہ تھے اور مخدرات عصمت مآب پر غیر محرموں کی نظر پڑنے کا وقت نہیں آیا تھا بہن کو خیمے میں پہنچانے کے بعد علی اکبر کی لاش اور اپنے قلب وجگر کے ٹکڑوں کو بھائیوں کی مدد سے اٹھوا کر لائے اور خیمہ کے سامنے لٹا دیا۔[۱]

یہ بھی عجیب بے کسی کا عالم تھا، تمام اعزہ واقربا شہید ہو چکے ہیں، ایک طرف جانثاروں کی تڑپتی ہوئی لاشیں ہیں دوسری طرف جوان مرگ بیٹے علی اکبرؓ کا پاش پاش بدن ہے تیسری طرف زینب خستہ حال پر غش طاری ہے، اس بے کسی کے عالم میں کبھی علی اکبرؓ

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۳۵۷)

کی لاش کو دیکھتے ہیں اور کبھی آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کہ آج تیرے ایک وفادار بندہ نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمی پوری کی ہے، تو اسے قبول فرما لیکن اس وقت بھی زبان پر صبر و شکر کے علاوہ حرف شکایت نہیں آتا کہ

من ازیں درد گرانمایہ چہ لذت یابم کہ بہ اندازۂ آن صبر و ثباتم دادند

خاندان بنی ہاشم کے دوسرے نونہالوں کی شہادت

حضرت علی اکبرؓ کی شہادت کے بعد مسلم بن عقیل کے صاحبزادے عبداللہ میدان میں آئے، ان کے نکلتے ہیں عمرو بن صبیح صیدادی نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ یہ تیر تیر قضا بن گیا، ان کے بعد جعفر طیار کے پوتے عدی نکلے انہوں نے بھی عمرو ابن نہشل کے ہاتھوں جام شہادت پیا، پھر عقیلؓ کے صاحبزادے عبدالرحمن میدان میں آئے،

ان کو عبداللہ بن عروہ نے تیر کا نشانہ بنایا، بھائی کو نیم بسمل دیکھ کر محمد بن عقیل بے تحاشا نکل پڑے لیکن لقیط بن ناشر نے ایک ہی تیر میں ان کا بھی کام تمام کر دیا، ان کے بعد حضرت حسنؓ کے صاحبزادے قاسم میدان میں آئے یہ بھی عمرو بن سعد بن مقبل کے ہاتھوں شہید ہوئے، قاسم کے بعد ان کے دوسرے بھائی ابوبکرؓ عبداللہ بن عقبہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، امام کے سوتیلے بھائی حضرت عباسؓ نے جب دیکھا کہ جو نکلتا ہے وہ سیدھا حوض کوثر پہنچتا ہے اور عنقریب برادر بزرگ تن تنہا ہونے والے ہیں تو بھائیوں سے کہا کہ آقا کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ اور ان پر اپنی جانیں فدا کر دو، اس آواز پر تینوں بھائی عبداللہ، جعفرؓ، اور عثمانؓ حضرت حسینؓ کے سامنے دیوار آہن بن کر جم گئے اور تیروں کی بارش کو اپنے سینوں پر روکنے لگے اور زخموں سے خون کا فوارہ چھوٹنے لگا تھا، لیکن ان کی جبین شجاعت پر شکن تک نہ آتی تھی، آخر میں ہانی بن ثوب نے عبداللہ

اور جعفر کو شہید کر کے اس دیوار آہن کو بھی توڑ دیا اور تیسرے بھائی عثمان کو یزید اصبحی نے تیر کا نشانہ بنایا تینوں بھائیوں کے بعد اب صرف تنہا عباسؓ باقی رہ گئے تھے، یہ بڑھ کر حضرت حسینؓ کے سامنے آگئے اور چاروں طرف سے آپ کو بچانے لگے اور اسی ناموس اکبر کی حفاظت میں جان دی۔ [۱]

عباسؓ کے بعد اہل بیت میں خود امام ہمام اور عابد بیمار کے علاوہ کوئی باقی نہ رہ گیا

آفتاب امامت کی شہادت

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تمام نوجوانان اہل بیت شہید ہو چکے ہیں اور اب اس خانوادہ نبوت میں سوائے عابد بیمار اور امام خستہ تن کے کوئی باقی نہیں ہے، لیکن سنگدل شامی اس نوبت کے بعد بھی امام ہمام کو چھوڑنے والے نہ تھے؛ چنانچہ بالآخر وہ قیامت خیز ساعت بھی

۱۔(اخبار الطوال:۲۶۸)

آ گئی کہ فلکِ امامت کا آفتاب میدان جنگ کے افق پر طلوع ہوا، یعنی حضرت حسینؓ شامی فوج کی طرف بڑھے، ابن زیاد کے حکم کے مطابق ساتویں محرم سے حسینی لشکر پر پانی بند کردیا گیا تھا، جب تک عباس علمدار زندہ تھے جان پر کھیل کر پانی لے آتے تھے لیکن ان کے بعد ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ کو کوئی پانی دینے والا بھی باقی نہ تھا اہل بیت کے خیموں میں جو پانی تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور امام کے لب خشک تھے حلق سوکھ رہی تھی، اعزہ کے قتل سے دل نگار ہو رہا تھا، جی چھوٹ چکا تھا، اس لئے کوفیوں کے لئے آپ کا کام تمام کردینا آسان تھا، لیکن وہ لاکھ سنگدل اور جفا پیشہ سہی، پھر بھی مسلمان تھے ، اس لئے جگر گوشۂ رسول کے خون کا بارِ عظیم اپنے سر نہ لینا چاہتے تھے ہمت کر کے بڑھتے تھے لیکن جرأت نہ پڑتی تھی، ضمیر ملامت کرتا تھا اور پلٹ جاتے تھے۔[1]

۱۔(مستدرک حاکم فضائل حسینؓ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس لحہ بہ لحہ زیادہ بڑھتی جاتی تھی، آخر میں آپ نے رہوار کو فرات کی طرف موڑا کہ ذرا حلق نم کر کے کانٹے دور کریں؛ لیکن کوفیوں نے نہ جانے دیا، یہ وہی تشنہ لب ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند آدمیوں کے ساتھ کہیں تشریف لئے جا رہے تھے کہ حسنین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز کانوں میں آئی، جلدی سے گھر گئے اور پوچھا میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیاسے ہیں، اتفاق سے اس وقت پانی نہ تھا لوگوں سے پوچھا لیکن کسی کے پاس نہ نکلا تو آپ نے یکے باد دیگرے دونوں کو اپنی زبان مبارک چسا کران کی تشنگی فرو کی۔

یہ اسی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشنہ لب نواسہ ہے کہ جب مکہ میں خشک سالی ہوتی تھی، فصلیں تباہ ہونے لگتی تھیں، سبزہ سوکھ جاتا تھا اور خلق اللہ بھوکوں مرنے لگتی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان آتے تھے اور کہتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو، تمہاری قوم خشک سالی سے ہلاک ہوئی جارہی ہے خدا سے پانی کی دعا کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اس سب سے بڑے دشمن کی، درخواست پر پانی کے لئے دعا فرماتے تھے، دفعتاً ابر اٹھتا تھا اور سات دن تک مسلسل اس شدت کی بارش ہوتی تھی کہ جل تھل ہوجاتا تھا۔ ۱

ٹھیک باون برس کے بعد اسی رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دوست و دشمن کے سیراب کرنے والے کا نواسہ ایک قطرہ پانی کے لئے ترستا ہے اور انہیں ابوسفیان کی ذریات کے حکم سے پانی کی ایک بوند اس کی خشک حلق تک نہیں پہنچنے پاتی ہے۔ آخر جب پیاس کی شدت ناقابل برداشت ہوگئی تو پھر ایک مرتبہ نرغہ اعداء سے فرات کی طرف بڑھے اور ساحل تک پہنچ گئے، پانی لے کر پینا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے ایسا تیر مارا کہ دہنِ مبارک سے خون کا فوارہ

۱۔ (بخاری، جلد ۱، ابواب الاستقا: ۱۳۶)

پھوٹ نکلا، آپ نے چلو میں پانی لے کر آسمان کی طرف اچھالا کہ

اے بے نیاز یہ لالہ گوں منظر تو بھی دیکھ لے کہ

بجرمِ عشقِ تو ام میکشند غوغائیست تو نیز بر سرِ م آ کر خوش تماشائیست

چلو سے خون کی نذر پیش کر کے فرمایا کہ خدایا جو کچھ تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں کہ مبادا ع

خونِ من زیزی و گویند سزاوار نبود

جس قدر امام نڈھال ہوتے جاتے تھے، شامیوں کی جسارت زیادہ بڑھتی جاتی تھی ؛ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ امام میں تاب مقادمت باقی نہیں ہے اور اہل بیت کے خیموں کی طرف بڑھے اور حضرت حسینؓ کو ادھر جانے سے روک دیا آپ نے فرمایا کہ تمہارا کوئی دین وایمان ہے؟ تمہارے دلوں سے قیامت کا خوف بالکل ہی جاتا رہا؟ ان سرکشوں اور جاہلوں کو میرے اہل بیت کی طرف جانے سے روکو، لیکن امام مظلوم کی فریاد کوئی نہ سنتا تھا؛ بلکہ آپ کی

فریاد پر ان کی شقاوت اور بڑھتی جاتی تھی اور شمر لوگوں کو برابر ابھار رہا تھا، اس کے ابھارنے پر یہ شوریدہ بخت ہر طرف سے ٹوٹنے لگے، لیکن شمشیر حسینی ان بادلوں کو ہوا کی طرح اڑا دیتی تھی مگر ایک خستہ دل خستہ جگر اور زخموں سے چور ہستی میں سکت ہی کیا باقی تھی، یہ بھی حسینؓ ہی کا دل تھا کہ اب تک دشمنوں کے بے پناہ ریلے کو روکے ہوئے تھے، لیکن تا بکے، بالآخر وہ وقت آ گیا کہ ماہ خلافت کو شامیوں نے نرغہ کے تاریک بادلوں میں گھیر لیا، امام کو محصور دیکھ کر اہل بیت کے خیمہ سے ایک بچہ دوڑتا ہوا نکل آیا اور بحر بن کعب سے جو حضرت حسینؓ کی طرف بڑھ رہا تھا، معصومانہ انداز سے کہا، خبیث عورت کے بچے میرے چچا کو قتل کرے گا، ہاشمی بچہ کی اس ڈانٹ پر اس بزدل نے بچہ پر تلوار کا وار کیا بچہ نے ہاتھ پر روکا، نازک نازک ہاتھ دیو ہیکل کا وار کس طرح روکتے، ہاتھ جھول گیا، حضرت حسینؓ نے بچہ کو نیم بسمل دیکھ کر سینہ سے چمٹا لیا اور کہا بیٹا صبر

کرو، عنقریب خدا تم کو تمہارے اجداد سے ملا دیگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؓ، حمزہؓ، جعفرؓ اور حسنؓ کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ (۱)

بچہ کو تسلی دے کر ابن اسد اللہ الغالبؓ پھر حملہ آور ہوئے اور جدھر رخ کر دیا دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ (۲)

میدان کربلا میں قیامت بپا تھی، ہر طرف تلواروں کی چمک سے بجلی تڑپ رہی تھی، کہ دفعتاً مالک بن شبر کندی نے دوشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہ سوار پر ایسا وار کیا کہ تلوار کلاہ مبارک کو کاٹتی ہوئی کاسۂ سر تک پہنچ گئی، خون کا فوراہ پھوٹ نکلا اور سارا بدن خون کے چھینٹوں سے لالۂ احمر ہو گیا، پیراہن مبارک کی رنگینی پکار اٹھی۔

لیکن اس وقت بھی امام ہمام کے صبر وسکون میں فرق نہ آیا دوسری ٹوپی منگا کر زخمی فرق مبارک پر رکھی اور اس پر سے عمامہ باندھا اور شیر خوار بچہ کو بلا کر گود میں لیا کہ اس کے بعد پدری شفقت کا سایہ

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۲۶)

۲۔(طبری: ۷/ ۳۶۴)

سر سے اٹھنے والا تھا، کسی سنگدل نے ایسا تیر مارا کہ بچہ گود میں تڑپ کر رہ گیا۔ [۱]

جان نثار بہن یہ قیامت خیز منظر دیکھ کر خیمہ سے نکل آئیں اور چلاتی ہوئی دوڑیں کہ کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا، ابن سعد حضرت حسینؓ کے پاس کھڑا تھا اس سے کہنے لگیں، عمر! کیا قیامت ہے، ابوعبداللہ قتل کئے جارہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو، گو ابن سعد کی آنکھوں میں جاہ وحشمت کی طمع نے پردے ڈال دیئے تھے پھر بھی عزیز تھا، خون میں محبت تھی زینبؓ کی فریاد سن کر بے اختیار رو دیا اور اتنا رویا کہ رخسار اور ڈاڑھی پر آنسوؤں کی لڑی دان ہوگئی اور فرطِ خجالت سے زینبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

امام ہمام لڑتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے، آج تم لوگ

۱۔(اخبار الطوال، صفحہ ۲۶۹، یہ اخبار الطوال کا بیان ہے کہ میدان کربلا میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اذان کے لئے امام کے پاس لایا گیا، کسی نے امام پر تیر چلایا، اتفاق سے وہ آپ کے بجائے بچہ کے حلق میں آکر لگا اور اس معصوم نے دنیا میں آکھ کھولتے ہی بند کرلی۔) یہ ثابت نہیں ہے۔

میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو، خدا کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا موجب ہوگا، خدا تم کو ذلیل کر کے مجھے قتل کردیا تو خدا تم پر سخت عذاب نازل فرمائے گا اور تم میں باہم خون ریزی کرائے گا اور جب تک تم پر دونا عذاب نہ کریگا، اس وقت تک راضی نہ ہوگا۔

حضرت حسینؓ کی حالت لمحہ بہ لمحہ غیر ہوتی جاتی تھی، زخموں سے سارا بدن چور ہو چکا تھا؛ لیکن کسی کو شہید کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی اور سب اس جبل معصیت کو ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے، شمر یہ تذبذب دیکھ کر پکارا، تمہارا برا ہو، تمہاری مائیں لڑکوں کو روئیں، دیکھتے کیا ہو؟ بڑھ کر حسینؓ کو قتل کردو، اس للکار پر شامی چاروں طرف سے امام ہمام پر ٹوٹ پڑے ایک شخص نے تیر مارا، تیر گردن میں آکر بیٹھ گیا، امام نے اس کو ہاتھوں سے نکال کے الگ کیا ابھی آپ نے تیر نکالا ہی تھا کہ زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ پر تلوار

ماری، پھر گردن پر وار کیا ان پیہم زخموں نے امام کو بالکل نڈھال کر دیا، اعضا جواب دے گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہ رہی، آپ اٹھتے تھے اور سکت نہ پا کر گر پڑتے تھے عین اسی حالت میں سنان بن انس نے کھینچ کر ایسا کاری نیزہ مارا کہ فلکِ امامت زمین بوس ہو گیا، سنگدل اور شقی ازلی خولی بن یزید سر کاٹنے کے لئے بڑھا، لیکن ہاتھ کانپ گئے، تھرا کے پیچھے ہٹ گیا اور سنان بن انس نے اس سر کو جو بوسہ گاہِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جسم اطہر سے جدا کر لیا۔ اور ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھ مطابق ۶۸۱ ء میں خانوادۂ نبوی کا آفتاب ہدایت ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا اس شقادت اور سنگدلی پر زمین کانپ اٹھی، عرش الٰہی تھرا گیا، ہوا خاموش ہو گئی، پانی کی روانی رک گئی، آسمان خون رویا، زمین سے خون کے چشمے پھوٹے ،شجر و حجر سے نالۂ وشیون کی صدائیں بلند ہوئیں، جن وانس نے سینہ کوبی کی، ملائکہ آسمانی میں صف ماتم بچھی کہ آج ریاضِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا گل سر سبد مرجھا گیا، علیؓ کا چمن اجڑ گیا اور فاطمہؓ کا گھر بے چراغ ہو گیا۔

ستم بالائے ستم

امام ہمام کو شہید کرنے کے بعد بھی سنگدل اور خونی شامیوں کا جذبہ غبار فرو نہ ہوا اور شہادت کے بعد وحشی شامیوں نے اس جسدِ اطہر کو جسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جسدِ مبارک کا ٹکڑا فرمایا تھا، گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا، اس بہیمانہ شقاوت کے بعد لٹیرے پردہ نشینانِ عفاف کے خیموں کی طرف بڑھے اور اہل بیت کا کل سامان لوٹ لیا، ابھی خانوادۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ (عابد بیمار) باقی تھا جس وقت شمر ان کے خیمے کی طرف آیا، اس وقت زین العابدینؓ بیمار تھے، سپاہی بولے اس کو کیوں چھوڑتے ہو؟ ایک شخص حمید بن مسلم کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا اس نے کہا سبحان اللہ ابھی وہ کمسن ہیں کمسنوں کو بھی قتل کرو گے (یہ صحیح نہیں کہ زین

العابدینؒ کمسن بچہ تھے، بروایت صحیح اس وقت ان کی عمر ۲۳ یا ۲۴ سال تھی؛ لیکن اس وقت بیمار تھے، اس لئے جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (۱)

ابھی یہ سپاہیوں کو سمجھا رہا تھا کہ عمر بن سعد آ گیا، اس نے کہا خبردار کوئی شخص خیموں میں نہ جائے اور نہ اس بیمار کو ہاتھ لگائے، جس نے جو کچھ لوٹا ہو، سب واپس کردے، عمر بن سعد کے اس کہنے پر سپاہیوں نے ہاتھ روک لیا، حضرت عابدؒ پر اس برتاؤ کا بڑا اثر ہوا، آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا؛ لیکن لوٹا ہوا مال کسی نے واپس نہ کیا۔۔۔ (۲)

شہدائے بنی ہاشم کی تعداد

حضرت حسینؓ کے ساتھ بہتر (۷۲) آدمی شہید ہوئے، ان میں

۱۔ ابن سعد: ۶/ ۱۶۴)

۲۔ (ابن اثیر: ۴/ ۶۹، ۷۰)

بیس آدمی خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے ۱۔ حسین بن علیؓ ۲۔ عباس بن علیؓ ۳۔ جعفر بن علیؓ ۴۔ عبداللہ بن علی ۵۔ عثمان بن علی ۶۔ محمد بن علی ۷۔ ابوبکر ابن علی ۸۔ علی بن حسین بن علیؓ (علی اکبرؓ) ۹۔ عبداللہ بن حسین ۱۰۔ ابوبکر بن حسنؓ ۱۱۔ عبداللہ بن حسنؓ ۱۲۔ قاسم بن حسنؓ ۱۳۔ عون بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ ۱۴۔ محمد عبداللہ بن جعفر ۱۵۔ جعفر بن عقیل بن ابی طالب ۱۶۔ عبدالرحمن بن عقیل ۱۷۔ عبداللہ بن عقیل ۱۸۔ مسلم بن عقیلؓ ۱۹۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ ۲۰۔ محمد بن ابوسعید بن عقیلؓ

امام کی شہادت کے بعد اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زین العابدین ،حسن بن حسنؓ، عمرو بن حسنؓ اور کچھ شیر خوار بچے باقی رہ گئے تھے، زین العابدینؓ بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے اور بچے شیر خواری کی وجہ سے بچ گئے۔

حسین بن علیؓ کے شہدائے اصحاب

الف

ابراہیم بن حضین اسدی

ابوحتوف بن حارث انصاری

ابوعامر نہشی

اسلم ترکی مولی و (خادم امام حسین)

ادہم بن امیہ عبدی

امیہ سعد طائی

انس بن حارث کاہلی

انیس بن معقل اصبحی

ب

بریر بن خضیر ہمدانی

بشر بن عبداللہ حضرمی

بشیر بن عمرو حضرمی

بکر بن حی تیمی

ج

جابر بن حجاج تیمی

جبلہ ابن علی الشیبانی

جنادہ بن حارث ہمدانی

جنادہ بن کعب انصاری

جندب بن حجیر خولانی

جون بن حوی غلام [[ابوذر غفاری

جوین بن مالک تیمی

ح

حارث بن امرؤ القیس کندی

حارث بن بنہان

حباب بن حارث

حباب بن عامر شعبی

حبشی بن قیس نہمی

حبیب بن مظاہر (یا ابن مظہر)

حجاج بن بدر سعدی

حجاج بن مسروق جعفی

حر بن یزید ریاحی دشمنوں کے لشکر سے آئے

حلاس بن عمرو راسبی

حنظلہ بن اسعد الشبامی

حنظلہ بن عمرو شیبانی

ر

رافع مولی مسلم بن کثیر ازدی

ز

زاہر بن عمرو کندی

زہیر بن بشر خثعمی

زہیر بن سلیم ازدی

زہیر بن قین بجلی

زیاد بن عریب صادی

س

سالم (غلام بنی مدینہ کلبی)

سالم غلام عامر بن مسلم عبدی

سعد بن حارث انصاری

سعد بن حرث (غلام امام علی)

سعد غلام عمرو بن خالد صیداوی

سعید بن عبداللہ حنفی

سلمان بن مظارب بجلی

سلیمان (غلام امام حسین)

سوار بن منعم نہمی یا سوار بن حمیر جابری کربلا میں زخمی ہونے کے بعد گرفتار ہوئے، بعد میں شہید ہو گئے۔

سوید بن عمرو بن ابی مطاع

سیف بن حارث جابری

ش

شوذب مولی عابس ابن شبیب الشاکری

ض

ضرغامہ ابن مالک التغلبی

ع

عائذ بن مجمع عائذی

عابس بن ابی شبیب شاکری

عابر بن حساس بن شریح

عامر بن مسلم عبدی

عباد بن مہاجر جہنی

عبد الاعلی بن یزید کلبی (واقعہ کربلا سے پہلے اعانت مسلم کے جرم میں کوفہ میں شہید کیے گئے)

عبدالرحمن ارجبی بعض جگہ آپ کا نام (عبدالرحمن ارجبی) لکھا ہے

عبدالرحمان بن عبدرب انصاری

عبدالرحمن بن عروہ غفاری

عبدالرحمن بن مسعود تیمی

عبداللہ بن ابی بکر

عبداللہ بن بشر خثعمی

عبداللہ بن عروہ غفاری

عبداللہ بن عمیر بن حباب کلبی کئی دوسرے نام جیسے: (وہب بن حباب کلبی)

عبداللہ بن یزید کلبی

عبیداللہ بن یزید کلبی

عقبہ بن صلت جہنی

عمارہ بن صلخب ازدی (واقعہ کربلا سے پہلے اعانت مسلم کے جرم میں کوفہ میں شہید کیے گئے)

عمران بن کعب بن حارثہ اشجعی

عمار بن حسان طائی

عمار بن سلامہ دالانی

عمرو بن عبداللہ جندعی کربلا میں زخمی ہوئے بعد میں شہید ہو گئے

عمرو بن خالد ازدی

عمرو بن خالد صیداوی

عمرو بن قرظہ انصاری

عمرو بن مطاع جعفی

عمرو بن جنادہ انصاری

عمرو بن ضبیعہ ضعبی

عمرو بن کعب، ابوثمامہ صائدی

ق

قارب مولی حسین بن علی

قاسط بن زہیر تغلبی

قاسم بن حبیب ازدی

ک

کردوس بن زہیرالتغلبی

کنانہ بن عتیق تغلبی

م

مالک بن انس کاہلی

مالک بن دودان

مالک بن عبداللہ بن سریع جابری

مجمع جہنی

مجمع بن عبداللہ عائذی

محمد بن بشیر حضرمی

مسعود بن حجاج تیمی

مسلم بن عوسجہ اسدی

مسلم بن کثیر ازدی

مقسط بن زہیر تغلبی (یا مقسط بن عبداللہ بن زہیر)

منجح مولی حسین بن علی

موقع بن ثمامہ اسدی کربلا میں زخمی ہوئے بعد میں شہید ہو گئے۔

ن

نافع بن ہلال جملی

نصر

نعمان بن عمرو راسبی

نعیم بن عجلان انصاری

و

واضح رومی مولی حارث سلمانی

ہ

ہفہاف بن مہند راسبی

ی

یزید بن ثبیط عبسقی

یزید بن زیاد بن مہاصر کندی

یزید بن مغفل جعفی۔ (۱)

اختلاف کی وجہ سے زیادہ نام شمار کیے گے ہیں ان میں اصل باون نام ہیں۔اور اہل بیت کے بیس ملا کر کل بہتر ہوئے۔

تجہیز و تکفین

۱۔محمدی ری شہری،شہادت نامہ امام حسین،صص 650-659

شہادت کے دوسرے یا تیسرے دن غاضریہ کے باشندوں نے شہداء کی لاشیں دفن کیں، حضرت حسینؓ کا لاشہ بے سر کے دفن کیا گیا، سر مبارک ابن زیاد کے ملاحظہ کے لئے کوفہ بھیج دیا گیا تھا، ابن زیاد کے سامنے جب سر پیش ہوا تو چھڑی سے لب اور دندان مبارک کو چھیڑنے لگا، حضرت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے، ان سے یہ نظارہ نہ دیکھا گیا، فرمایا، چھڑی ہٹا لو، خدائے واحد کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لبِ مبارک کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے، یہ کہہ کر بے اختیار رو دیے، ابن زیاد بولا، خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ رلائے، اگر تو بڑھا پھوس نہ ہوتا اور تیرے حواس جاتے نہ رہے ہوتے تو تیری گردن اڑا دیتا، ابن زیاد کے یہ گستاخانہ کلمات سن کر آپ نے فرمایا کہ قوم عرب آج سے تم نے غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا، تم نے ابن مرجانہ کے کہنے سے حسینؓ بن فاطمہؓ کو قتل کر دیا، ابن مرجانہ نے تمہارے بھلے

آدمیوں کو قتل کیا اور بڑوں کو غلام بنایا اور تم نے یہ ذلت گوارا کرلی اس لئے ذلیلوں سے دور رہنا بہتر ہے یہ کہ کر اس کے پاس سے چلے گئے۔ (۱)

اہل بیت کا سفر کوفہ

حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد شامی بقیۃ السیف اہل بیت کو کربلا سے کوفہ لے چلے، اس وقت تک شہداء کی لاشیں اسی طرح بے گور وکفن پڑی ہوئی تھیں، اہل بیت کا یہ ستم رسیدہ اور لٹا ہوا قافلہ اسی راستہ سے گزرا، بے گور وکفن لاشوں پر عورتوں کی نظر پڑی تو قافلہ میں ماتم بپا ہوگیا، حضرت حسینؓ کی بہن اور صاحبزادیوں نے سر پیٹ لئے زینب رو رو کر کہتی تھیں کہ

اے محمد گر قیامت سر بروں آری نرخاک
سر بروں آرو قیامت درمیان خلق بین

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۶۹، ۷۰)

اے دادا جان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس پر ملائکہ آسمانی درود وسلام بھیجتے ہیں، آیئے دیکھئے حسینؓ کا لاشہ چٹیل میدان میں اعضا بریدہ، خاک وخون میں آلودہ پڑا ہے، آپ کی لڑکیاں قید ہیں آپ کی ذریت مقتول بھی ہوئی ہے، ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے، یہ دلدوز بین سن کر دوست ودشمن سب رودیئے۔

اسی طریقہ سے یہ قافلہ کوفہ لے جا کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت زینب ننگے پاؤں، نہایت خراب لباس اور خستہ حالت میں تھیں، لونڈیاں ساتھ تھیں، ابن زیاد نے اس زبوں حالت میں دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ زینبؓ نے کوئی جواب نہ دیا، اس کے مکرر سہ مکرر سوال پر ایک لونڈی نے کہا کہ زینب بنت فاطمہؓ ہیں، یہ سن کر اس سنگدل نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا، زینبؓ نے جواب دیا، تیرا خیال غلط ہے، خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا

اور ہم کو پاک کیا ہم نہیں ؛ بلکہ فاسق (ابن زیاد) رسوا ہوتے ہیں اور جھٹلائے جاتے ہیں، ابن زیاد بولا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ زینب ؓ نے جواب دیا، ان کی قسمت میں شہادت مقدر ہو چکی تھی، اس لئے وہ مقتل میں آئے اور عنقریب وہ اور تم خدا کے روبرو جمع ہوگے، اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف طلب کریں گے، یہ دندان شکن جوابات سن کر ابن زیاد غصہ سے بے تاب ہو کر بولا، خدا نے تمہارے اہل بیت کے سرکش اور نافرمان آدمی سے میرا غصہ ٹھنڈا کردیا، شہید بھائی پر یہ چوٹ سن کر زینب ؓ ضبط نہ کرسکیں اور رو کر کہنے لگیں، میری عمر کی قسم تم نے ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا، ہمارے گھر والوں کو نکالا، ہماری شاخوں کو کاٹا، اور ہماری جڑ کو اکھاڑا، اگر اسی سے تمہاری تسکین ہوتی تو ہوگئی، ابن زیاد زینب ؓ کے یہ بیباکانہ جوابات سن کر بولا، یہ جرأت اور یہ شجاعت! میری عمر عمر کی قسم

تمہارے باپ بھی شجاع تھے، زینبؓ بولیں، عورتوں کو شجاعت سے کیا تعلق۔

اس کے بعد زین العابدینؓ پر اس کی نظر پڑی، پوچھا، تمہارا نام کیا ہے جواب دیا علی بن حسینؓ، نام سن کر کہنے لگا، کیا خدا نے علی بن حسینؓ کو قتل نہیں کیا؟ زین العابدینؓ خاموش رہے، ابن زیاد نے کہا بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا میرے دوسرے بھائی کا نام بھی علی تھا، وہ قتل ہوئے، ابن زیاد نے کہا ان کو خدا نے قتل نہیں کیا، زین العابدینؓ پھر چپ ہو گئے ابن زیاد نے پھر پوچھا چپ کیوں ہو؟ انہوں نے جواب میں یہ آیت تلاوت کی:

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا

(الزمر: ۴۲)

اللہ ہی نفسوں کو موت دیتا ہے جب ان کی موت کا وقت آتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ

(آل عمران: ١٤٥)

کسی نفس میں یہ مجال نہیں کہ بغیر اذن خداوندی کے مر جائے۔

ان کا جواب سن کر کہا تم بھی ان ہی میں ہو اور ان کے بلوغ کی تصدیق کرا کے قتل کا حکم دیا، یہ حکم سن کر زین العابدینؓ نے کہا ان عورتوں کو کس کے سپرد کرو گے، جان نثار پھوپھی زینبؓ یہ سفاکانہ حکم سن کر تڑپ گئیں اور ابن زیاد سے کہا ابھی تک تم ہمارے خون سے سیر نہیں ہوئے، کیا ہمارا کوئی بھی آسرا باقی نہ رکھو گے، یہ کہہ کر زینبؓ، زین العابدین سے چمٹ گئیں اور ابن زیاد سے مصر ہوئیں کہ تم کو خدا کی قسم اگر ان کو قتل کرنا چاہتے ہو تو ان کے ساتھ مجھ کو بھی قتل کر دو، لیکن زین العابدینؓ پر مطلق کوئی ہراس طاری نہ ہوا، انہوں نے نہایت سکون اور اطمینان سے کہا، اگر تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو عزیز داری کا پاس کر کے اتنا کرو کہ کسی متقی آدمی کو ان عورتوں کے ساتھ کر دو، جو ان کو اچھی طرح پہنچا دے، زین

العابدینؓ کی یہ درخواست سن کر ابن زیاد ان کا منہ تکنے لگا اور اس شقی کے دل میں بھی رحم آ گیا حکم دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔

سفر شام

ابن زیاد نے اہل بیت کے حالات اور شہداء کے سروں کا معائنہ کرنے کے بعد انہیں شام روانہ کر دیا اور خدا خدا کر کے اہل بیت کرام کی در بدری کی مصیبت ختم ہوئی۔

شام سے اہل بیت کی مدینہ روانگی

یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ اہل بیت کی ضروریات کا کل سامان مہیا کیا جائے اور چند دیانتدار اور نیک شامیوں کے ساتھ انہیں رخصت کیا جائے اور حفاظت کے لئے مدینہ تک سواروں کا دستہ ساتھ جائے، اس حکم پر جملہ ضروری سامان مہیا کیا گیا اور یزید

نے انہیں رخصت کیا جو لوگ حفاظت کے لئے ساتھ کئے گئے تھے، انہوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے تھے، جہاں قافلہ منزل کرتا تھا، یہ لوگ پردہ کے خیال سے الگ ہٹ جاتے تھے، اسی حفاظت و مدارات کے ساتھ قافلہ کو مدینہ پہنچایا، مخدرات اہل بیت کے شریف اور منت پذیر دل ان محافظوں کے شریفانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئے؛ چنانچہ فاطمہؓ اور زینبؓ نے اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر شکرانہ کے طور پر بھیجے اور زبانی کہلایا کہ اس وقت ہم معذور ہیں، اسی قدر معاوضہ دے سکتے ہیں؛ لیکن نعمان بن بشیر نے اس کو واپس کر دیا اور کہا اگر ہم نے دنیاوی منفعت کے لئے یہ خدمت کی ہوتی تو یہ چیزیں معاوضہ ہو سکتی تھیں، لیکن خدا کی قسم ہم نے جو کچھ کیا وہ خالصۃ للہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے خیال سے کیا

ہے۔[1]

فضل وکمال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حسینؓ کمسن بچہ تھے اس لئے براہ راست ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کا موقع نہ ملا، لیکن حضرت علیؓ جیسے مجمع البحرین علم وعمل باپ کی تعلیم وتربیت نے اس کی پوری تلافی کردی، تمام اربابِ سیر آپ کے کمالات علمی کے معترف ہیں ،علامہ ابن عبدالبر، امام نوی، علامہ ابن اثیر تمام بڑے بڑے ارباب سیر اس پر متفق ہیں کہ حسینؓ بڑے فاضل تھے (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر، تہذیب الاسماء نووی اور اسد الغابہ وغیرہ تراجم حسینؓ) لیکن افسوس اس اجمالی سند کے علاوہ واقعات کی صورت میں ان کمالات کو کسی سیرت نگار نے قلمبند نہیں کیا۔

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۷۶)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسینؓ خانوادہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکن رکین تھے، اس لئے آپ کو احادیث کا بہت بڑا حافظ ہونا چاہیے تھا، لیکن صغر سنی کے باعث آپ کو اس کے مواقع کم ملے اور جو ملے بھی اس میں ابھی آپ کا فہم و حافظہ اس لائق نہ تھا کہ سمجھ کر محفوظ رکھ سکتے، اس لئے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ سنی ہوئی مرویات کی تعداد کل آٹھ ہے۔[۱]

جو آپ کی کمسنی کو دیکھتے ہوئے کم نہیں کہی جا سکتی البتہ بالواسطہ روایات کی تعداد کافی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جن بزرگوں سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، ہند ابی ہالہ، عمر بن الخطابؓ وغیرہ جن رواۃ نے آپ سے روایتیں کی ہیں ان کے نام یہ ہیں، آپ

۱۔ (تہذیب الکمال: ۸۳)

کے برادر بزرگ حضرت حسنؓ ، صاحبزادہ علی اور زید، صاحبزادی سکینہ، فاطمہ، پوتے ابوجعفر الباقر، عام رواۃ میں شعبی ،عکرمہ، کرز التمیمی سنان بن ابی سنان دولی، عبداللہ بن عمرو بن عثمان، فرزدق شاعروغیرہ۔ (۱)

فقہ وفتاویٰ

قضا وافتا میں حضرت علیؓ کا پایہ تمام صحابہؓ میں بڑا تھا، اس موروثی دولت میں حضرت حسینؓ کو بھی وافر حصہ ملا تھا؛ چنانچہ ان کے معاصران سے استفتا کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابن زبیرؓ کو جو عمر میں ان سے بڑے اور خود بھی صاحب کمال بزرگ تھے، قیدی کی رہائی کے بارہ میں استفتا کی ضرورت ہوئی، تو انھوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا اور ان سے پوچھا، ابوعبداللہ قیدی کی رہائی کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے اس کی رہائی کا فرض کسی پر

۱۔ (تہذیب التہذیب: ۲/ ۳۴۵)

عائدہ ہوتا ہے، فرمایا ان لوگوں پر جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔

اس طرح ایک مرتبہ ان کو شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے بارہ میں استفسار کی ضرورت ہوئی تو اس میں بھی انہوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا آپ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی جب سے بچہ آواز دیتا ہے وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔

اسی طریقہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارہ میں پوچھا، آپ نے اس سوال پر اسی وقت اونٹنی کا دودھ دہا کر کھڑے کھڑے پیا، آپ کھڑے ہو کر کھانے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے؛ چنانچہ بھنا ہوا بکری کا گوشت لے لیتے تھے اور کھاتے کھلاتے چلے جاتے تھے۔[1]

خطابت

ان مذہبی کمالات کے علاوہ اس عہد کے عرب کے مروجہ علوم میں بھی

۱۔(یہ تینوں واقعات استیعاب سے ماخوذ ہیں: ۱/ ۱۴۸)

پوری دستگاہ رکھتے تھے، خطابت اس زمانہ کا بڑا کمال تھا، آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے، نہج البلاغہ کے خطبات آپ کے کمال خطابت کے شاہد ہیں، حضرت حسینؓ کو بھی اس موروثی کمال سے وافر حصہ ملا تھا اوران کا شماراس عہد کے ممتاز خطیبوں میں تھا، واقعہ شہادت کے سلسلہ میں آپ کے بہت سے خطبات گزر چکے ہیں ان سے آپ کی خطابت کا پورااندازہ ہوگیا ہوگا۔

شاعری

ادب اور تذکرہ وتراجم کی کتابوں میں آپ کی جانب بہت سے حکیمانہ اشعار منسوب ہیں؛ لیکن ان کی صحت مشکوک ہے۔

کلمات طیبات

آپ کے کلماتِ طیبات اور حکیمانہ مقولے اخلاق وحکمت کا سبق

ہیں فرماتے تھے، سچائی عزت ہے، جھوٹ عجز ہے، راز داری امانت ہے، حق جوار قرابت ہے اور دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسن خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل فقر ہے، سخاوت دولتمندی ہے، نرمی عقلمندی ہے، ایک مرتبہ آپ نے حسن بصریؒ سے چند اخلاقی باتیں کیں وہ آپ کو پہچانتے تھے، اس لئے یہ باتیں سن کر متعجب ہوئے، آپ جب چلے گئے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھے لوگوں نے کہا حسینؓ بن علیؓ، یہ سن کر حسن بصریؒ نے کہا تم نے میری مشکل حل کر دی، یعنی اب کوئی تعجب کی بات نہیں۔ [۱]

فضائل اخلاق

آپ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی ارباب سیر لکھتے ہیں کہ کان الحسین رضی اللہ عنہ کثیر الصلوٰۃ والصوم والحج والصدقہ وافعال الخیر جمیعا یعنی حضرت حسینؓ بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت

۱۔ (یعقوبی: ۲/ ۲۹۲)

حج کرنے والے، بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔ [۱]

عبادت

فضائل اخلاق میں راس الاخلاق عبادت الٰہی ہے، حضرت حسینؓ کو تمام عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا، اس کی تعلیم بچپن میں خود صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کی تھی، اس تعلیم کا اثر یہ تھا کہ آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو بیویوں سے بھی ملنے کا کم موقع ملتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے امام زین العابدین سے کہا تمہارے باپ کی اولاد کس قدر کم ہے آپ نے فرمایا اس پر تعجب کیوں ہے، وہ رات اور دن میں ایک ایک ہزار نمازیں پڑھتے تھے، عورتوں سے ملنے کا انہیں موقعہ کہاں

۱۔(استیعاب واسد الغابہ، تذکرہ حسین)

ملتا تھا۔ (۱)

یہ روایت مبالغہ آمیز ہے، اس سے زندگی کی دوسری ضروریات کے ساتھ ایک ایک ہزار رکعتیں روزانہ پڑھنا ناممکن ہے، غالباً راوی سے سہو ہو گیا ہے؛ لیکن اس سے ان کی کثرتِ عبادات کا ضرور پتہ ملتا ہے۔

روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے، تمام ارباب سیر آپ کی کثرت صیام پر متفق ہیں حج بھی بکثرت کرتے تھے اور اکثر پاپیادہ حج گئے، زہیر بن بکار مصعب سے روایت کرتے ہیں کہ حسینؓ نے پچیس حج پاپیادہ کئے۔ (۲)

صدقات وخیرات

مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اسی

۱۔(استیعاب واسدالغابہ، تذکرہ حسینؓ)

۲۔(یعقوبی:۲/۱۹۲، ۱۹۳)

فیاضی سے آپ اس کی راہ میں خرچ کرتے تھے، ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حسینؓ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے۔ (۱) کوئی سائل کبھی آپ کے دروازہ سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا در دولت پر پہنچا، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے، اسی وقت قنبر خادم کو آواز دی، قنبر حاضر ہوا، آپ نے پوچھا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے، قنبر نے جواب دیا، آپ نے دوسو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کئے گئے ہیں، فرمایا اس کو لے آؤ، اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے؛ چنانچہ اسی وقت دوسو کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالہ کر دی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی

۱۔(تہذیب الاسماء نوی: ۲/ ۱۶۳)

ہے، اس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔ (۱)

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب آپ کے پاس بصرہ سے آپ کا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اسی مجلس میں اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔ (۲)

صدقات وخیرات کے علاوہ بھی آپ بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے، حضرت حسنؓ بھی فیاض تھے، لیکن آپ کی فیاضی برمحل اور مستحق اشخاص کے لئے ہوتی تھی، اس لئے ان کو حضرت حسینؓ کی بے محل فیاضیاں پسند نہ آتیں تھیں؛ چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اس غلط بخشی پر ٹوکا، حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ بہترین مال وہی ہے جس کے ذریعہ سے آبرو بچائی جائے۔ (۳)

انکسار وتواضع

۱۔(ایضا:۳۲۳)

۲۔(ابن عساکر:۴/ ۳۱۲)

۳۔(ایضا:۳۲۲)

لیکن اس وقار وسکینہ کے باوجود تمکنت وخود پسندی مطلق نہ تھی اور آپ حد درجہ خاکسار اور متواضع تھے، ادنی اشخاص سے بے تکلف ملتے تھے، ایک مرتبہ کسی طرف جارہے تھے، راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھارہے تھے، حضرت حسینؓ کو دیکھ کرانہیں بھی مدعو کیا ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا اور فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا، ایثار وحق پرستی آپ کی کتابِ فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اس کی مثال کے لئے تنہا واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سار اکنبہ تہِ تیغ کرادیا لیکن ظالم حکومت کے مقابلہ میں سپر نہ ڈالی۔

استقلال ورائے

حضرت حسنؓ سراپا حلم تھے، آپ کے مزاج میں مطلق گرمی نہ تھی بنو

ہاشم اور بنو امیہ میں بہت قدیم رقابت تھی، لیکن حسنؓ نے اس رقابت کو بھی دل سے فراموش کر دیا تھا، اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں خلافت سے دست بردار ہو گئے ،اس باب میں حضرت حسینؓ کا حال حضرت حسنؓ سے بالکل مختلف تھا، بنی امیہ کے مقابلہ میں آپ کسی دست برداری اور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے،جس پر آپ کی تقریریں شاہد ہیں اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حسینؓ نے نہایت سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی، لیکن امام حسنؓ نے ان کی مخالفت کے باوجود اپنا ارادہ نہ بدلا اور خلافت سے دست بردار ہو کر دنیا کو بتلا دیا کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے مقابلہ میں حکومت سلطنت کی بھی کوئی قیمت نہیں، لیکن حضرت حسینؓ کی یہ کیفیت بھی حق پرستی ہی کا نتیجہ تھی، اس لئے دونوں بزرگوں کے اوصاف، اخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔

ذاتی حالات، ذریعہ معاش

حضرت حسینؓ مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے اور بہت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں ۵ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا، جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک برابر ملتا رہا، اس کے بعد حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کے وقت امیر معاویہؓ سے ان کے لئے دو لاکھ سالانہ مقرر کرا دیئے تھے، غرض اس حیثیت سے آپ کی زندگی مطمئن تھی۔

حلیہ

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ دونوں بھائی شکل و صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔[1]

ازواج و اولاد

۱۔(اس کا ذکر حدیث کی متعدد کتابوں میں ہے)

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں آپ کی ازواج میں لیلیٰ، حباب، حرار، اور غزالہ تھیں، ان سے متعدد اولادیں ہوئیں، جن میں علی اکبر، عبداللہ اور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کربلا میں شہید ہوئے، امام زین العابدین باقی تھے، انہیں سے نسل چلی، صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب تھیں۔

بعض پچھلی کتابوں میں حضرت امام حسینؓ کی ازواج میں ایک کا نام یزدگرد شاہ ایران کی لڑکی شہر بانوں کا بھی ملتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؓ ان ہی کے بطن سے تھے، لیکن کسی قدیم ماخذ میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس لئے قابل اعتماد نہیں اور ایرانیوں نے سیاسی مقصد کے لئے گھڑی ہے۔

قاتلین امام حسینؓ کا عبرتناک انجام

ابن سعد کا قتل:

مختار نے ایک دن کہا کہ میں کل ایک شخص کو قتل کروں گا میرے اس عمل سے تمام مومنین اور ملائکہ مقربین بھی خوش ہوں گے۔ ہیثم بن اسود نخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ سمجھ گیا کہ عمرو بن سعد کل مارا جائے گا۔ مکان پر آ کر اس نے اپنے بیٹے کو رات میں ابن سعد کے پاس بھیج کر اطلاع کر دی کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کرو۔ مختار کل تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر مختار چونکہ اپنے خروج کے ابتدائی زمانے میں ابن سعد سے نہایت ہی اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا اس لئے اس نے کہا مختار ہمیں نہیں قتل کریگا۔ دوسرے دن صبح کو مختار نے ابن سعد کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا اس نے اپنے بیٹے حفص کو بھیج دیا۔ مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس

نے کہا وہ خلوت نشین ہو گیا ہے اب گھر سے باہر نہیں نکلتا۔مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کے لئے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بہایا تھا۔اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر بیٹھا ہے۔؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ کیوں خانہ نشین نہیں ہوا تھا؟۔مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کا سر کاٹ کر لے آئے۔وہ ابن سعد کے پاس گیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں چھپا کر مختار کے پاس لایا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔مختار نے حفص سے پوچھا پہچانتے ہو یہ سر کس کا ہے؟ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی پھر کہا یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کوئی مزا نہیں۔مختار نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو اور تم زندہ بھی نہیں رہو گے پھر اسے بھی قتل کرا دیا اور کہا باپ کا سر امام حسین علیہ السلام کا بدلہ ہے اور بیٹے کا سر امام علی اکبر رضی اللہ عنہ کا۔اگرچہ وہ دونوں ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔خدا کی قسم اگر

میں قریش کے تین دستے بھی قتل کرڈالوں تب بھی وہ سب امام حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ پھر مختار نے دونوں کے سر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دے۔ (۱)

خولی بن یزید کو قتل کے بعد جلا دیا گیا:

خولی وہ بد بخت انسان ہے جس نے امام عالی مقام امام حسینؓ کے سر انور کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا۔ مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ ان لوگوں نے آ کر خولی کے گھر کو گھیر لیا۔ جب اس بد بخت کو معلوم ہوا تو وہ ایک کوٹھری میں چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی ظاہر کر دینا کوتوال نے اس کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا۔ اس کی بیوی باہر نکل آئی ۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ چونکہ جس وقت سے خولی حضرت امام حسینؓ کا سر لایا تھا وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی اس لئے اس نے

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے مگر ہاتھ کے اشارہ سے اس کے چھپنے کی جگہ بتا دی۔ سپاہی اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ سر پر ایک ٹوکرا رکھے ہوئے زمین سے چپکا ہوا ہے۔ اس کو گرفتار کر کے لا رہے تھے کہ مختار کوفہ کی سیر کیلئے نکلا تھا راستہ میں مل گیا اس کے حکم سے خولی کے گھر والوں کو بُلا کر ان کے سامنے شاہراہ عام پر قتل کیا گیا پھر اسے جلایا گیا اور جب تک اس کی لاش جل کر راکھ نہیں ہوگئی مختار کھڑا رہا۔ (۱)

شمر ذوالجوشن قتل کے بعد کتوں کے حوالے کیا گیا:

مسلم بن عبداللہ ضیابی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں کربلا جانے والوں کو پکڑ پکڑ کر مختار قتل کرنے لگا تو ہم اور شمر ذی الجوشن تیز رفتار گھوڑوں پر بیٹھ کر کوفہ سے بھاگ نکلے۔ مختار کے غلام دربی نے ہمارا پیچھا کیا۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کو بہت تیزی

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

سے دوڑ ایا لیکن ذربی ہمارے قریب آ گیا۔شمر نے ہم سے کہا تم گھوڑے کو ایڑ دے کر ہم سے دور ہو جاؤ شاید یہ غلام میری تاک میں آ رہا ہے ۔ہم اپنے گھوڑے کو خوب تیزی سے بھگا کر شمر سے الگ ہو گئے ۔غلام نے پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔پہلے تو شمر اس کے وار سے بچنے کیلئے گھوڑے کو کا وا دیتا رہا اور جب ذربی اپنے ساتھیوں سے دور ہو گیا تو شمر نے ایک ہی وار میں اس کی کمر توڑ دی ۔جب مختار کے سامنے ذربی لا یا گیا اور اس کو واقعہ معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں کبھی اسے شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ذربی کو قتل کرنے کے بعد شمر کلتانیہ گاؤں میں پہنچا جو دریا کے کنارے واقعہ تھا۔اس نے گاؤں کے ایک کسان کو بلا کر مارا پیٹا اور اسے مجبور کیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر کے پاس پہنچاو۔اس خط پر یہ پتہ لکھا تھا۔شمر ذی الجوشن کی طرف سے امیر مصعب بن

زبیر کے نام کسان اس کے خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا جہاں کوتوال ابوعمرہ چند سپاہیوں کے ہمراہ جنگی چوکی قائم کرنے کیلئے آیا تھا۔ یہ کسان اس گاؤں کے ایک کسان سے مل کر شمر نے جو اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اس کو بیان کر رہا تھا کہ ایک سپاہی ان کے پاس سے گزرا اس نے شمر کے خط اور اس کے پتہ کو دیکھا پوچھا کہ شمر کہاں ہے؟ اس نے بتا دیا۔ معلوم ہوا کہ پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ابوعمرہ فوراً اپنے سپاہیوں کو لئے ہوئے شمر کی طرف چل پڑا۔

مسلم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رات میں شمر کے ہمراہ تھا میں نے اس سے کہا بہتر ہے کہ ہم لوگ اس جگہ سے روانہ ہو جائیں اسلئے کہ ہمیں یہاں ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا اور تمہیں خوف غالباً مختار کذاب کی وجہ سے ہے تم اس سے مرعوب ہو گئے ہو ہم جہاں ٹھہرے تھے وہاں ریچھ

بہت زیادہ تھے ابھی زیادہ رات نہیں گذری تھی اور مجھے برابر نیند نہیں آئی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی میں نے اپنے دل میں کہا ریچھ ہوں گے مگر جب آواز تیز ہوگئی تو میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور کہا یہ ریچھوں کی آواز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اتنے میں انہوں نے پہنچ کر تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم اپنے گھوڑے چھوڑ کر پیدل ہی بھاگے وہ لوگ شمر پر ٹوٹ پڑے۔ جو پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے نظر آرہی تھی وہ کپڑے اور زرہ وغیرہ بھی نہیں پہن سکا اسی چادر کو اوڑھے ہوئے نیزے سے ان کا مقابلہ کرنے لگا۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ تکبیر کی آواز کے بعد ہم نے سنا کہ اللہ نے خبیث کا خاتمہ کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے اس کے سر کو کاٹ کر لاش کو کتوں کیلئے پھینک دیا۔ [۱]

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

ہاتھ پاؤں کاٹ کر تڑپنے کیلئے چھوڑ دیا گیا:

عبداللہ بن دیاس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے امام عالی مقام کے قاتلین میں سے مختاؔر کو چند آدمیوں کے نام بتا دیئے جن میں عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن نُسیر بدّی اور حمل بن مالک محاربی بھی تھے یہ سب اس زمانہ میں قادسیہ میں رہتے تھے۔ مختاؔر نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار مالک بن عمرہ نہدی کو ان کی گرفتاری کیلئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا اس نے جا کر ان سب کو گرفتار کرلیا اور عشاء کے وقت لے کر مختاؔر کے پاس پہنچا۔ مختاؔر نے ان لوگوں سے کہا اے اللہ و رسول اور آل رسول کے دشمنو! حسین بن علیؓ کہاں ہیں؟ مجھے حسین کی زیارت کراؤ ظالمو! تم نے اس مقدس ذات کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں ان کے مقابلے میں زبردستی بھیجا گیا تھا ہم جانے کیلئے راضی نہیں تھے۔ آپ ہم پر

احسان کریں اور چھوڑ دیں۔مختار نے کہا تم نے نواسۂ رسول پر احسان نہیں کیا۔ان پر تمہیں رحم نہیں آیا۔تم نے انہیں اور ان کے بچوں کو پیاسا رکھا پانی نہیں پینے دیا اور آج ہم سے احسان طلب کرتے ہو۔پھر بدّی سے کہا تم نے حضرت امام حسین کی ٹوپی اتاری تھی؟عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں یہی وہ شخص ہے جس نے ان کی ٹوپی اتاری تھی۔مختار نے حکم دیا دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے تاکہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر یہ مرجائے چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا۔بدّی کے ہاتھوں اور پیروں سے خون کا دھارا بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔اس کے بعد جہنی اور محاربی کو قتل کر دیا۔ [1]

حکیم برہنہ کر کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا:

حکیم بن طفیل طائی وہ بدنصیب انسان ہے کہ جس نے کربلا میں

۱۔(تاریخ طبری،البدایہ والنہایہ،ابن عساکر)

حضرت عباس علمدارؓ کے لباس و اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور امام حسینؓ کو تیر مارا تھا مختارؔ نے عبد اللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کیلئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا وہ پکڑ کر اسے مختارؔ کی طرف چلا۔ حکیم کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس فریادی ہوئے کہ آپ مختارؔ سے سفارش کر کے اس کو چھڑا دیں۔ مختارؔ عدی کی بہت قدر کیا کرتا تھا وہ سفارش کیلئے مختارؔ کے پاس پہنچ گئے وہ عدی کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ عدی نے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ مختارؔ نے کہا اے ابوظریف! کیا آپ قاتلین حسینؓ کیلئے بھی سفارش کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا حکیم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ مختارؔ نے کہا اچھا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا کہ عدی مختارؔ کے پاس حکیم کی سفارش کیلئے گئے ہیں انہوں نے اپنے سردار ابن کامل سے کہا کہ مختارؔ عدی کی سفارش قبول کرلیں گے اور یہ خبیث بچ جائے گا حالانکہ آپ

اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ہم ہی اس کو قتل کر دیں۔ ابن کامل نے انہیں اجازت دیدی۔ وہ لوگ حکیم کو ایک گھر میں لے گئے اس کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اسے ایک جگہ کھڑا کیا اور کہا تو نے حضرت عباس بن علیؓ کے کپڑے اتارے تھے ہم تیری زندگی ہی میں تیرے سارے لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے بالکل ننگا کر دیا۔ پھر کہا تو نے حسین کو تیر مارا تھا ہم بھی تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے تیروں سے مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔ ابن کامل نے آ کر مختار کو حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا میرے پاس لائے بغیر تم نے اسے کیوں قتل کر دیا؟ دیکھو یہ عدی اس کی سفارش کیلئے آئے ہیں۔ اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا آپ کے سپاہی میری بات نہیں مانے تو میں مجبور ہو گیا۔ عدی نے کہا اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے تو نے جانا کہ مختار میری سفارش

قبول کرلیں گے اس لئے تو نے اسے راستہ ہی میں قتل کردیا اس کے علاوہ اور تجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ابن کامل بھی عدی کو جواب میں برا بھلا کہنا چاہتا تھا مگر مختارؔ نے انگلی اپنے منہ پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ عدی مختارؔ سے خوش اور ابن کامل سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ ①

نیزوں سے چھید چھید کر مارا گیا:

بنی صدا کا ایک بدبخت جس کا نام عمرو بن صُبیح تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے امام حسینؓ کے ساتھیوں کو تیر سے زخمی کیا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا ہے سب لوگوں کے سو جانے کے بعد مختارؔ نے اس کی گرفتاری کیلئے سپاہیوں کو روانہ کیا۔ جب وہ ابن صُبیح کے مکان پر پہنچے تو وہ اپنے چھت پر بے خبر سو رہا تھا اور اس کی تلوار اس کے سرہانے رکھی تھی سپاہیوں نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کرلیا وہ کہنے لگا

ا۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

اللہ اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کتنی دور ہو گئی ۔ سپاہیوں نے رات ہی میں اسے مختار کے سامنے پیش کیا ۔مختار نے حکم دیا کہ صبح تک اسے قید میں رکھو پھر صبح کو دربار عام مختار کے سامنے پیش کیا جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور ابن صبیح اس کے سامنے لایا گیا تو نہایت دلیری سے بھرے دربار میں کہنے لگا اے گروہ کفار و فجار! اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل کیا جاتا تو یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہوتی اس لئے کہ میں تم کو بدترین مخلوق سمجھتا ہوں۔ اے کاش! اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تھوڑی دیر تمہارا مقابلہ کرتا۔ اس کے بعد ابن صبیح نے ابن کامل کی آنکھ پر ایک گھونسا مارا۔ ابن کامل ہنسا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اہل بیت رسالت کو تیروں سے زخمی کیا ہے۔ تو اب اس کے

بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ مختار نے کہا نیزے لاؤ اور اسے نیزوں سے چھید چھید کر مارو۔ چنانچہ نیزوں سے مار مار کر اسے ہلاک کیا گیا۔ ①

قاتل کو زندہ جلا دیا:

بنی جنب کا ایک شخص جس کا نام زید بن رقاد تھا اس بدبخت نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا جو ان کی پیشانی میں لگا تھا۔ انہوں نے پیشانی کو بچانے کیلئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا مگر تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پیوست ہو گیا اور جب کوشش کے باوجود ان کا ہاتھ پیشانی سے جدا نہیں ہو سکا تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی یا الٰہ العالمین! ہمارے دشمنوں نے جیسے ہمیں ذلیل کیا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی ذلیل کر اور جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو بھی ان کو قتل کر۔ پھر زید بن رقاد نے ان کے پیٹ میں

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

ایک تیر ماری جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ابن رقاد کہا کرتا تھا کہ ان کے پیٹ کا تیر تو میں نے آسانی سے نکال لیا مگر جو تیر پیشانی پر لگا کوشش کے باوجود وہ نہیں نکل سکا۔

مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کیلئے روانہ کیا۔ ابن کامل سپاہیوں کے ساتھ پہنچ کر اس پر ٹوٹ پڑا وہ بھی ایک بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لے کر ان کا مقابلہ کیا۔ ابن کامل نے اپنے سپاہیوں سے کہا اسے نیزہ اور تلوار سے ہلاک نہ کرو بلکہ تیر اور پتھر سے مارو۔ سپاہیوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارا کہ وہ گر گیا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر جان باقی ہو تو اسے باہر لاؤ۔ چونکہ ابھی جان باقی تھی تو اسے باہر نکالا گیا۔ ابن کامل نے آگ منگا کر اسے زندہ جلا دیا۔[1]

ابن زیاد بدنہاد کا عبرتناک انجام:

ا۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

عبید اللہ بن زیاد وہ بدنہاد انسان ہے جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔اسی بدبخت کے حکم سے حضرت امام حسینؓ اور آپ کے اہل بیت کو تمام ایذائیں پہنچائی گئیں یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔مختارؔ نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کیلئے ایک فوج کو لے کر بھیجا۔موصل سے تقریباً پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوف ناک جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آگئی۔ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھاگے۔ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ 67ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا

۔ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوایا۔مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سرنا پاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت و بندۂ دنیا نے حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک رکھا تھا مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل کوفہ! دیکھ لو کہ امام حسین علیہ السلام کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے ۔خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت ورسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جارہا ہے۔[۱]

روایات میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لاکر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اس کی

۱۔(سوانح کربلا)

ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں میں پھر اجب عبید اللہ بن زیاد
کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نتھے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر
کر اس کے منہ سے نکلا اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر
داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔ (۱)

مختار کا دعویٔ نبوت: مختار نے حضرت امام حسینؓ کے قاتلین کے
بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آخر میں وہ دعویٔ نبوت
کر کے مرتد ہو گیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہنے لگا کہ میرے پاس
جبریل امین آتا ہے اور مجھ پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا
ہے میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ
عنہ کو جب اس کے دعویٔ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی
کیلئے لشکر روانہ فرمایا جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان 67ھ میں
اس بد بخت کو قتل کیا۔ (۲)

۱۔ (نور الابصار)

۲۔ (تاریخ الخلفاء)

قاتلین امام حسین پر طرح طرح کے عذاب:

جو لوگ حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں کربلا گئے اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ان میں سے تقریباً چھ ہزار کوفی تو مختار کے ہاتھوں ہلاک ہوئے اور دوسرے لوگ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ جس نے آخرت کے عذاب سے پہلے اس دنیا میں سزا نہ پائی ہو ان میں سے کچھ تو بُری طرح قتل کئے گئے کچھ اندھے اور کوڑھے ہوئے اور کچھ لوگ سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت ابو الشیخ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جس نے بھی کسی طرح کی کوئی مدد کی وہ مرنے سے پہلے کسی نہ کسی عذاب میں ضرور مبتلا ہوا۔ ایک بڈھا جو اسی مجلس میں تھا اس نے کہا میں نے بھی مدد کی تھی مگر میں کسی عذاب میں نہیں مبتلا ہوا

۔اتنا کہنے کے بعد وہ چراغ درست کرنے کیلئے کھڑا ہوا تو اس کی آگ نے بڈھے کو پکڑ لیا اس کا پورا بدن جلنے لگا وہ آگ آگ چلاتا رہا یہاں تک کہ دریائے فرات میں کود پڑا مگر آگ بجھی نہیں اور وہ اسی میں جل کر ہلاک ہو گیا۔اسی قسم کا ایک واقعہ امام سدی سے بھی منقول ہے۔انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں نے اس کو دیکھا وہ اس طرح جل رہا تھا جیسے کوئلہ۔ (۱)

اور امام واقدی سے روایت ہے کہ ایک شخص جو لشکر یزید کے ساتھ تھا مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا واقعۂ کربلا کے بعد وہ اندھا ہو گیا ۔اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ آستین مبارک چڑھائے ہوئے اور ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک چمڑا بچھا ہوا ہے وہاں دس قاتلین حسین ذبح کئے ہوئے

۱۔(صواعق محرقہ)

پڑے ہیں جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بہت لعنت ملامت کی اور خون میں ڈبو کر ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت سے میں اندھا ہوگیا۔ [1]

اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کے لشکر کا وہ سپاہی کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت زیادہ کالا کیسے ہوگیا؟ اس نے کہا جس روز میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اسی روز سے ہر رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور مجھے پکڑ کر ایسی جگہ پر لے جاتے ہیں جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے مجھے منہ کے بل اُس آگ میں ڈال کر نکالتے ہیں ۔اس وجہ سے میرا منہ اتنا زیادہ کالا ہوگیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ

۱۔(صواعق محرقہ)

وہ شخص بہت بُری موت مرا۔ [۱]

روایات میں ہے وہ بد بخت جس نے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلق میں تیر مارا تھا وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوا کہ اس کے پیٹ کی طرف ایسی سخت گرمی پیدا ہوئی کہ گویا آگ لگی ہے اور پیٹھ کی طرف ایسی سردی کہ خدا کی پناہ۔ اس حالت میں اس کے پیٹ پر پانی چھڑکتے، برف رکھتے اور پنکھا جلتے مگر ٹھنڈک پیدا نہ ہوتی اور پیٹھ کی طرف آگ جلا کر گرمی پہنچانے کی کوشش کرتے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا اور وہ پیاس پیاس چلاتا تو اس کیلئے ستو اور دودھ لایا جاتا لیکن پانچ گھڑا بھی اس کو پلایا جاتا تو وہ پی لیتا اور پھر بھی پیاس پیاس چلاتا رہتا یہاں تک کہ اسی طرح پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ [۲]

مذہبی اسکالر : محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

۱۔(صواعق محرقہ)

۲۔(صواعق محرقہ)